ماہنامہ انوارِ مدینہ

جلد : ۲۰	شوال المکرّم ۱۴۳۳ھ / ستمبر ۲۰۱۲ء	شمارہ : ۹

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلٰی	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 17 روپے.....سالانہ 200 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش ..... سالانہ 12 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ ..... سالانہ 10 ڈالر

اَمریکہ ..... سالانہ 15 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اَور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۸
المُحدث الکبیر	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۵
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۳۲
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۳۸
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۴۳
اِسلامی صکوک : تعارف اَور تحفظات	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۴۶
شیخ الہندؒ کی زندگی ایک نظر میں	حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب سومرو	۵۵
اَخبار الجامعہ		۶۲

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِتعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِتعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

۱۵/اگست کے روز نامہ نوائے وقت میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ

''پولیس اہلکار شراب میں ٹُن آزادی کی خوشیاں منا تا رہا، اِنسپکٹر عبدالعلیم شراب کے نشہ میں ٹُن موٹر سائیکل گھسیٹتا رہا کبھی رکشہ میں ٹکر ماری تو کبھی ریڑھی میں اَور جوانی نے جوش مارا تو موٹر سائیکل سے گر پڑا۔ اہلکار کو لوگوں نے اُٹھایا موٹر سائیکل پر بٹھایا اَور جوان پھر چل پڑا۔ ٹُن پولیس اہلکار کو بچانے کے لیے پیٹی بھائی میدان میں آ گئے، بہانہ بنایا گیا شوگر لو ہے ہارٹ پیشنٹ ہے۔''

اِس خبر کے ساتھ اَخبار میں وہ تصویر بھی چھپی ہوئی ہے جس میں نشہ میں دھت یہ باوَردی پولیس اَفسر موٹر سائیکل گھسیٹ رہا ہے۔

یہ ملک جو اِسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اَور اِس کی خاطر پندرہ لاکھ مسلمانوں کو بے دَردی سے تہِ تیغ کیا گیا نوے ہزار مسلمان عورتوں کی برسرِ عام عصمتیں لوٹی گئیں جب وہاں اِسلامی اَحکامات کی برسرِ عام پامالی ہوتی ہے تو ہر محبِّ وطن مسلمان کا دِل خون کے آنسو روتا ہے۔

اِس مملکت کی بھلائی اَور خیر خواہی کی خاطر خاص طور پر مذہبی طبقہ علمائے حق کی قیادت میں ہمیشہ سے کوشاں رہا ہے اِسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ملک کے عوام علمائے حق کی قیادت میں اَب تک بہت بڑی تعداد میں قربانیاں بھی دیتے رہے ہیں بالخصوص دینی مدارس کا کردار اَور اُن کی تمام تر توانیوں کا اہم ہدف یہی نقطہ رہا ہے کہ پاکستان میں نظامِ اِسلامی کا نفاذ ہو جائے مگر نہ معلوم ہمارے اَندر وہ کون سی نادیدہ قوتیں ہیں جو اِن پاک مقاصد کی راہ میں مسلسل رُکاوٹیں کھڑی کر دیتی ہیں اَور پوری قوم کو ایسی راہ پر گامزن کر رکھا ہے جس کے نتیجہ میں قوم کا اَخلاقی دِیوالیہ ہو چکا ہے ملک تیزی سے تباہی کی طرف بڑھ رہا ہے بین الاقوامی سطح پر ہماری ساکھ بری طرح مجروح ہو چکی ہے ملک کے قانون نافذ کرنے والے اِدارے لاقانونیت کو رواج دے رہے ہیں۔

اِن اَفسوس ناک حالات پر اَپنی طرف سے مزید کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے ایک چشم کشا تحریر نذرِ قارئین کرتے ہیں جس سے ملک میں پسِ پردہ اِسلامی دُشمن قوتوں کے ناپاک عزائم اَور شرمناک طریقۂ وَاردات پر روشنی پڑتی ہے۔

''حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے پھل اگر شیریں ہے تو کوئی منطق، کوئی فلسفہ اِسے کڑوا ثابت نہیں کر سکتا اَور اگر پھل کڑوا ہے تو کوئی صحافیانہ اِنشاء پردازی اَور کوئی اَدیبانہ سحر بیانی اِسے شیریں ثابت نہیں کر سکتی۔ ہمارے مذکورہ بالا قائدین کی جدوجہد کے نتیجے میں ہمیں جو پھل ملا ہے اُس کے ایک نمونے کا ذکر روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶/اپریل ۲۰۰۴ء کے اِداراتی کالموں میں ہوا ہے جسے میں ذیل میں درج کر رہا ہوں کیونکہ اِس کے مطالعہ سے ہی قاری کو اَندازہ ہو سکے گا کہ دوقومی نظریہ کے پھل کا ذائقہ کیسا ہے :

ایک اَخباری رپورٹ میں کرکٹ میچ دیکھنے کے لیے پاکستان آنے والے بھارتی شہریوں، صحافیوں اَور زندگی کے دُوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے اَفراد نے بھارت جا کر پاکستان کی مہمان نوازی اَور سادہ دِلی کا مذاق اِن اَلفاظ وخیالات

میں اُڑایا کہ پوری پاکستانی سوسائٹی دیوان خانہ، طوائفوں کا گڑھ اَور شراب کا زیرِ زمین کاروبار کرنے والوں کی آماجگاہ ہے۔ایک بھارتی ہفت روزہ آوٹ لک (Out look) کے ۵/اپریل ۲۰۰۴ء کے شمارے میں لکھا ہے کہ پاکستان جانے والے ہر بھارتی کو پاکستانیوں سے سطحی اَور جھوٹی دوستی کی تقریریں سننا پڑیں پورے بھارت میں کرکٹ سیریز ختم ہونے کے بعد یہ نعرہ موبائل کے ایس ایم ایس پیغامات کے ذریعے لگایا گیا کہ ''جیت مبارک، سپنا سچا ہوگیا کشمیر تو اپنا تھا کراچی اَور لاہور بھی اپنا ہوگیا'' یہ نعرہ بھارتی کرکٹ ٹیم کے اِستقبالی جلوسوں میں لگایا جاتا رہا۔

۵/اپریل کے بھارتی ہفت روزہ آوٹ لک میں مضمون نگار فریحہ اَلطاف نے ایک بھارتی کا پاکستان جاکر یہ تاثر پیش کیا کہ :

Lahore is like a bitch in heat with no dog in sight.

یہ جملہ اِس قابل نہیں کہ اِس کا ترجمہ کیا جائے لیکن فریحہ اَلطاف ایسی گرماؤ کتیا ہی اِس کے اَصلی معنٰی بہتر طور پر جانتی ہے جس نے لاہور اَور لاہوریوں کو یہ طعنہ دیا ہے۔ ہمارے لبرل حلقوں کو یہ سرٹیفکیٹ سنبھال کر رکھنا چاہیے سمجھنے والے اَندازہ کرسکتے ہیں کہ بھارت میں میڈیا اَور حکومت نے اپنے عوام کو پاکستان سے کس قسم کی دوستی کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ لاہور میں نام نہاد معززین نے بھارتی مہمانوں کے اعزاز میں جس نوع کی ڈانس پارٹیوں کا اہتمام کیا اُس کا تفصیلی اَحوال بھی بھارتی پرنٹ میڈیا کے کالموں کی زینت بنایا گیا ہے جسے پڑھتے ہوئے جہاں ایک غیرت مند پاکستانی کا سر شرم سے جھک جاتا ہے وہاں یہ بھی صاف عیاں ہوجاتا ہے کہ بھارت کا دِل وجان سے سواگت بھی کیا اَور بھڑوا بھی کہلائے۔

رپورٹ میں بے شمار نا قابلِ بیان تحریری حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھارتی حکومت اَور عوام نے پاکستانی حکومت اَور عوام کو نام نہاد دوستانہ تعلقات کے حوالے سے بیوقوف بنا رکھا ہے اَور ہم مسلسل اِن کی یہ خواہش پوری کر رہے ہیں۔ ہم نے بارہا یہ لکھا کہ حکومتِ پاکستان بھارت کے ساتھ مسئلہ کشمیر کے قابلِ قبول حد تک کسی بھی رواداری میں آگے نہ بڑھے اَور نہ منافقت کی بنیاد پر قائم دوستی کا سہارا لے لیکن وہی ہوا جس کا خدشہ تھا آج بھارت میں یہ نعرہ لگ رہا ہے کہ

'' کشمیر تو اپنا تھا ہی، لاہور کراچی بھی اَپنا ہو گیا ''

بھارتی شائقین کرکٹ نے واپس جا کر یہ تأثر ظاہر کر دیا کہ وہ پاکستان کو اپنے لیے عیاشی کا اَڈا بنانا چاہتے ہیں، ہمارے ہاں جو چند لوگ حکومت اَور نام نہاد اَشرافیہ میں ناؤ نوش کا مسلک رکھتے ہیں، وہی ذمہ دار ہیں کہ اُنہوں نے بھارتیوں کے لیے ناچ گانے اَور عیش و نشاط کی محفلیں آراستہ کیں جن میں بھارتی اَخبارات وجرائد کے مطابق ہماری کئی معتبر شخصیات نے بھی شمولیت کی۔

حکومتِ پاکستان اَور پاکستان کے غیور عوام کے لیے مذکورہ رپورٹ چشم کشا ہے، اِس لیے ضروری ہے کہ بھارتی میڈیا میں کرکٹ کی جیت کے حوالے سے جو سخت اَور رَکیک حملے ہماری پوری معاشرت پر کیے گئے ہیں، اُن کے بعد بھارت دوستی بلکہ بھارت پرستی کا یہ نا رَوا اَور بے وقعت جنون ترک کر دیا جائے اَور حکومتِ پاکستان بھارتی میڈیا کی پاکستان مخالف مہم چلانے پر بھارت سے اِحتجاج کرے۔''

میں اپنے قاری سے درخواست کروں گا کہ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بتائے کہ کیا یہی وہ منزل تھی جس کے لیے ہماری قیادت (جناح صاحب اَور اُن کے رُفقاء) نے برصغیر کی ایک تہائی مسلم آبادی کو مستقل طور پر مشرکینِ ہند کی غلامی میں دے دیا۔

مشرقی پنجاب میں پندرہ لاکھ مسلمان قتل کروائے اَور کم وبیش نوے ہزار مسلمان عورتوں کو بے آبرو کروایا۔

مجید نظامی صاحب اگر اپنے کاروباری اَور سیاسی مفادات سے چند ملی میٹر بلند ہو کر سوچیں اَور اَپنے اِس دعوے پر ذرا پھر سے غور کریں کہ ’’ ہماری موجودہ خوشحالی قیامِ پاکستان کا شیریں ثمر ہے‘‘، اُن کا یہ دعوی ہم بار بار سن چکے ہیں مگر اُنہوں نے کبھی غور نہیں کیا، نہ کسی نے اُن سے پوچھا، نہ اُنہوں نے کبھی سوچا کہ

’’ ہماری موجودہ خوشحالی قیامِ پاکستان کا ثمر ہے اَور خوشحال طبقہ میں پھیلی بے غیرتی و بے حیائی اِسی خوشحالی کا ثمر ہے۔‘‘

قیامِ پاکستان کے بعد ناجائز دولت کے حصول کے دَروازے کھل گئے اُن دروازوں سے دولت بھی آئی مگر اِن ہی دَروازوں سے غیرت اَور حمیت باہر چلی گئی۔ نظامی صاحب دولت کی آمد کو دیکھ رہے ہیں غیرت وحمیت کی رُخصتی کو نہیں کاش وہ اِس نکتے پر غور کریں، ورنہ ہم یہی کہیں گے : ع

حمیت نام تھا جس کا ، گئی تیمور کے گھر سے

بحوالہ ’’تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی‘‘ ص ۲۶۹ تا ص ۲۷۱

مصنفہ نور محمد قریشی (اَیڈووکیٹ)

مطبوعہ ’’اَلنور‘‘ ۴۔حافظ چیمبر ۳۰ میکلیکن روڈ لاہور

www.justhistory.info

مولای صل وسلم دائما ابدا — درس حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

''حدیث'' قرآن کی شرح ہے۔ لوگوں کی آسانی کے لیے ''فقہ'' مرتب کی گئی

جب نبی سے محبت ہوگی تو سنت پر عمل آسان ہو جائے گا

اگر جہاد پر مال اَولاد کی محبت کو ترجیح دی تو ذلت سے دوچار ہونا پڑے گا

میدانِ جنگ..... ہنسنا مسکرانا

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 70 سائیڈ B 1987 - 06 - 14)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ نے اِیمان کی علامت بتلائی اِرشاد فرمایا لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ تم میں سے کوئی بھی پورا مومن نہیں ہوگا حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ حتی کہ میں اُس کے نزدیک زیادہ محبوب ہو جاؤں مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ اُس کے ماں باپ سے بھی اَور اُس کی اَولاد سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ [1] اَور سب کے سب جتنے بھی لوگ ہیں اُن سب سے زیادہ میں اُس کے نزدیک محبوب ہوں اَگر یہ حالت ہوگئی ہے تو اِیمان کامل ہو گیا اَگر یہ حالت نہیں ہے تو اِیمان کامل

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۷

نہیں ہے۔

قرآنِ پاک میں اِرشاد فرمایا گیا قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَ ھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ آپ اِنہیں یہ بتا دیجیے اگر تمہارے ماں باپ اَبْنَاءٌ بیٹے اِخْوَانٌ بھائی اَزْوَاجٌ بیویاں عَشِیْرَۃٌ گھرانہ خاندان قبیلہ مال جو جمع کیا ہے اُس کا خیال رہتا ہے ہر وقت، تجارت جس کا اَندیشہ ہوتا ہے کہ ہم اگر رسول اللہ ﷺ کی اِطاعت میں لگ گئے تو تجارت میں نقصان ہو جائے گا اِس کام میں لگنے کی وجہ سے اُدھر نقصان ہوگا، گھر ہے آرام دہ ہے گھر کا آرام چھوڑنا گرمیوں میں بھی مشکل ہے سردیوں میں بھی مشکل ہے لیکن اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اگر یہ چیزیں تمہیں زیادہ محبوب ہیں اللہ اَور رسول سے وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ خدا کی راہ میں جہاد سے (تو اِس عیش پرستی اَور تن آسانیوں میں پڑے رہنے کی وجہ سے اللہ کی طرف سے آنے والی سزا اَور ذلت والی زندگی کا اِنتظار کرو فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ)۔

''جہاد فی سبیل اللہ'' جو ہے وہ بڑا ہی مشکل کام ہے صرف خدا کے لیے لڑے نام ونمود بالکل نہ ہو اپنی بندش پہلے بہت سخت کہ بہادری دِکھانا مقصد نہیں ہے خاندان کا نام قبیلے کا نام علاقے کا نام یہ مقصود نہیں ہے، اپنی ذات کی نفی کی جائے اپنے جو علائق ہیں جو اِنسان سے چمٹے ہوئے ہیں لالچ ہے کسی قسم کا کہ جہاد کریں گے تو مالِ غنیمت ملے گا وہ بھی نہ ہو تمام چیزوں کی نفی ہو پھر جہاد ہو تو جہاد ہے۔

خدا کی راہ میں جہاد کا تصور قرآنِ پاک اَور حدیث اَور رسول اللہ ﷺ اَور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں یہی رہا ہے جو میں عرض کر رہا ہوں وہ نکلتے تھے لڑتے تھے واپس آیا کوئی تو ٹھیک، نہیں آیا تو ٹھیک، نہیں آیا تو جنت میں گیا، دُنیا میں نہیں آخرت میں ملے گا، اُن کے پیشِ نظر آخرت بہت زیادہ تھی

خاتمہ اچھا ہو گیا خدا کی راہ میں جہاد کے لیے گیا تھا اَور شہید ہو گیا تو کوئی بات نہیں کیونکہ ہمارا اپنا بھی تو کوئی پتہ نہیں کہ کتنے عرصے رہنا ہے اَور حسنِ خاتمہ اُسے نصیب ہو گیا شہید ہونا نصیب ہو گیا خدا کی راہ میں اِس سے بڑی سعادت کیا ہے یہ اُن کا ذہن بن گیا تھا۔

دین کی برکت : صدمہ بھی، برداشت بھی :

یہ مطلب نہیں ہے کہ اُنہیں صدمہ ہی نہیں ہوتا تھا کسی کے مرنے کا یا کسی کے شہید ہونے کا یہ بات بھی نہیں ہے صدمہ بھی ہوتا تھا مگر برداشت بھی ہوتی تھی۔ آپ اپنے دِلوں کو دیکھ لیں جتنے لوگ اِسلام سے، تعلیم سے تھوڑے بہت واقف ہو گئے ہیں اُن کا حال یہی ہے کہ اُن کے عزیز کا اگر اِنتقال ہو اَور اچھی حالت میں ہو تو اُنہیں ایک طرح کی تسلی رہتی ہے کہ موت تو اِس کی اچھی ہوئی ہے اَور دُوسری طرح کا غم بھی ہوتا ہے اَور وہ شدید ہوتا ہے وہ یہ کہ اَب مل ہی نہیں سکتے زندگی بھر کوئی طریقہ نہیں کہ ملاقات ہو جائے اُس سے، یہ غم بھی اپنی جگہ درست ہے اَور وہ سہارا بھی اپنی جگہ درست ہے وہ سہارا یہ ہے کہ موت اچھی ہوئی ہے اُس کی تو اِن حضرات کو یہ سہارا بہت زیادہ تھا اَور اپنی موت کو وہ بالکل برا نہیں سمجھتے تھے۔ اَپنی موت کے لیے جہاد میں جو بھی جاتے تھے تیار رہتے تھے۔

میدانِ جنگ میں ہنسنا مسکرانا :

مشکوۃ شریف ہی ہے یہ، اِس کے آخر میں آتا ہے کہ ایسے لوگ کہ جو میدانِ جنگ میں ہوں اَور ہنس بھی رہے ہوں یہ دیکھنے میں ہی نہیں آیا سوائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کہ میدانِ جنگ میں ہوتے تھے جہاں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کس سیکنڈ اِنتقال کر جائے آدمی کس سیکنڈ کوئی تیر آ کر لگ جائے اَور وہ ختم ہو جائے وہاں باتیں کرتے تھے اَور ہنسی کی بات ہوتی تھی یا مسکراہٹ کی تو مسکراتے بھی تھے ہنستے بھی تھے، اِس کا مطلب یہ ہے کہ میدانِ جنگ اُن کے لیے اگرچہ موت کا بازار ہوتا ہے مگر وہ اِسے موت کا بازار ہی نہیں سمجھتے تھے وہ اِسے جنت الخلد کا راستہ سمجھتے تھے۔

حضرت خالدؓ کا اِیرانی جرنیل کو دھمکی نامہ :

اَور آپ نے یہ تو سنا ہوگا کہ حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ نے ایک اِیرانی بڑے سردار نواب کو جو جنرل تھا اُس کو جواب لکھوایا تھا کہ

''یا تو تم یہ کرو اَور نہیں تو میں ایسے لوگوں کو لاؤں گا کہ جن کو موت اِتنی محبوب ہے کہ جتنی تمہیں شراب محبوب نہیں ہے۔''

جتنی شراب کی تمہیں محبت ہے اُس سے زیادہ اُنہیں موت سے محبت ہے یعنی بے معنٰی موت مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ کہ جہاد والی موت (اُن کو بہت محبوب ہے)۔

جانی نقصان بہت ہی کم، تُرکوں کے خیالات :

تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے راستے کھولے جانی نقصان بہت کم ہوا، کہیں کہیں بہت زیادہ ہوتا رہا ہے یہ ٹھیک ہے لیکن جتنی فتوحات ہوئی ہیں اُس کے حساب سے دیکھا جائے تو وہ سب کم ہے بہت ہی کم بلکہ ترکی کا علاقہ جو اَب ہے ترکی شمار ہوتا ہے اَور یہ لبنان وغیرہ کا شمال کا علاقہ مشرقی علاقہ یہ جب فتح ہو رہا تھا تو ترکی لوگوں کا خیال یہ تھا کہ مسلمان تو مرتے ہی نہیں ہیں کیونکہ کوئی شہید ہی نہیں ہوا علاقہ فتح ہو جاتا شہید کوئی نہیں ہوتا حتی کہ اُنہوں نے ایک مسلمان آدمی کو اَچانک کہیں دیکھا اَور اُس پر ٹوٹ پڑے حملہ کیا اُن کو شہید کر دیا پھر دیکھتے رہے کہ سچ مچ اِن کا اِنتقال ہو گیا ہے سچ مچ یہ مر گئے ہیں جب اُن کی وفات دیکھ لی پھر اُنہیں اَنداز ہوا ہے کہ مسلمان مرتے ہیں اِن کو جنگ میں مارا جا سکتا ہے پھر وہ کہیں ڈٹ کر لڑے ہیں ورنہ وہ ڈٹ کر نہیں لڑتے تھے ویسے ہی ہتھیار ڈال دیتے تھے یا بھاگ جاتے تھے اَور اَگر لڑے بھی تھے کہیں تو نقصان ہی ہوا تھا اُنہیں۔ تو خدا کی تائید ہے یہ، اَور جب کوئی آدمی جہاد پر جائے تو یہ نہیں ہے کہ مر ہی جائے ضرور۔ بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جہاد پر جائے اَوّل سے آخر تک میدانِ معرکہ میں رہے اَور نہیں لکھی ہے اُس کی موت تو کچھ بھی نہیں ہوگا، ایسی مثالیں موجود ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی فرماتے تھے کہ مجھے تو پسند تھی شہادت کی موت اَور اُن کی ساری عمر کا حصہ

جذبہ اَور شوق بس یہی جہاد ہو گیا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یرموک کے معرکے میں چوٹ لگی تھی تو وہ زخم بھرا ہی نہیں تھا وہ خلا رہا کمر میں، اُن کی چھوٹی عمر کے بیٹے ہیں یعنی اُن کی آخری عمر میں جو پیدا ہوئے، صحابی نہیں ہیں اُن کا نام عُروۃ ہے بہت بڑے عالم گزرے ہیں مدینہ منورہ کے، وہ بتلاتے ہیں کہ جب میں چھوٹا تھا تو وہ نظر آتے تھے تو میں اُن میں اُنگلیاں ڈال ڈال کر کھیلتا رہتا وہ زخم وہ تھے جو یرموک میں اُن کو آئے تھے۔ تو اِس طرح سے جہاد جو ہے بڑا مشکل کام ہے قرآنِ پاک میں آ گیا ہے یہ۔

''حدیث'' قرآن کی شرح ہے :

تو حدیث شریف کا یہی قاعدہ ہے کہ جتنی بھی حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں خدا کا شکر ہے اِن سب حدیثوں کی مطابقت ہے قرآنِ پاک سے، قرآنِ پاک میں جو آیا ہے اَحادیث میں اُس کی شرحیں جیسے ہو جاتی ہیں یہ نہیں ہے کہ قرآنِ پاک میں کچھ آیا حدیث میں اُس کے خلاف آ گیا ہو، ایسے نہیں ہے۔

یہاں سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا کہ اَگر کوئی یہ جانچنا چاہے کہ میرا اِیمان کتنا ہے تو فرمایا کہ میں اُس کے نزدیک محبوب ہو جاؤں اُس کے باپ سے بھی اَور اُس کی اَولاد سے بھی، باپ سے محبت تو بچے کو رہتی ہی رہتی ہے جب تک خود اُس کے بچے نہ ہوں تو ماں باپ ہی ہیں اُس کی نظر میں، سب سے زیادہ یہ محبوب ہوتے ہیں۔ جب شادی ہو گئی تو کسی کی اَولاد ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی لیکن ماں باپ تو ہیں (مطلب یہ ہے کہ ہر اِنسان کے والدین ہوتے ہیں لیکن بچے ہر ایک کے ہونے ضروری نہیں)۔ تو اِس لیے رسول اللہ ﷺ کے کلام میں پہلے ماں باپ کا ذکر ہے پھر بعد میں اَولاد کا ذکر ہے، اگرچہ اَولاد کی محبت اِتنی ہو جاتی ہے کہ جس میں ماں باپ کی پیچھے چلی جاتی ہے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ماں باپ کی کم ہو گئی مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بچوں کی اَولاد کی محبت اِس قسم کی ہے کہ جس کی وجہ سے اِن کی طرف زیادہ ذہن رہتا ہے آدمی کا اَور یوں کہا جا سکتا ہے کہ ماں باپ سے زیادہ اَولاد کی ہو جاتی ہے۔

اچھا کبھی کبھی ایسے ہوتا ہے کہ اَولاد سے بھی زیادہ کسی اَور سے ہو جاتی ہے جیسے اللہ والوں سے ہو جائے ، ایسے بھی ہوتا ہے کہ کسی ماہر فن سے ہو جائے بس اُس کے کہنے کے مطابق چلتا ہے اَور سب کچھ چھوڑ بیٹھا ہے گھر بار بھی چھوڑ کر نکل گیا تو کسی فرد سے بھی ہو سکتی ہے مرد سے ہو سکتی ہے عورت سے ہو سکتی ہے۔ تو آقائے نامدار ﷺ نے اِسی کے لیے تیسرا جملہ اِرشاد فرمایا کہ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یوں سمجھ لو کہ ہر آدمی سے جتنے بھی ہیں جس قسم کے بھی ہیں سب سے زیادہ میں محبوب ہوں۔

جب نبی علیہ السلام سے محبت ہوگی تو سنت پر عمل آسان ہو جائے گا :

تو رسول اللہ ﷺ سے محبت اپنے دِل میں جو آدمی پائے گا تو آپ یہ بتائیے کہ اُس کے نزدیک سنت پر عمل کرنا کتنا ضروری ہو جائے گا اَور سنت سے ہٹنا کتنا اُسے برا لگے گا جب اُس کا حال خود یہ ہو گیا تو اُس میں علامتیں پائیں جائیں گی کہ واقعی اِسے محبت ہو گئی ہے تو پھر اُس کے نزدیک سنت محبوب تر ہو جائے گی وہ یہی پوچھتا پھرے گا کہ سنت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جو اِرشاد فرمایا ہے اُس کی رُو سے سنت کیا بنتی ہے میں اُس پر چلتا ہوں اُس پر عمل کرتا ہوں۔

علماء نے بڑی محنت سے لوگوں کی آسانی کے لیے ''فقہ'' مرتب کی :

تو جو علمائے کرام گزرے ہیں جنہوں نے دین کو دیانت داری کے ساتھ محفوظ رکھا اَور ہم تک پہنچایا ہے اُنہوں نے تمام چیزوں کی تقسیم کر دی ہے کہ فلاں چیز سنت فلاں چیز مستحب یعنی جو چیز رسول اللہ ﷺ نے کر لی ہے وہ ''سنت'' ہے اَور جو آپ کے سامنے کی گئی ہے آپ نے اُسے منع نہیں فرمایا وہ ''جائز'' ہے، آپ کے سامنے کی گئی ہے پسند فرمایا ''مستحب'' ہے سنت بھی کہا جا سکتا ہے، آپ نے خود عمل کیا ہے چھوڑا نہیں ہے کبھی بھی اُس کو کہیں گے ''واجب'' ہے یہ ہمارے لیے واجب کہلائے گی اَور جسے آپ نے فرمایا دیا کہ یہ کرنا ضرور ہے یہ فرض ہے تمہارے اُوپر بس وہ ''فرض'' ہے۔

علمائے کرام نے بڑی محنت کی بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں اُصول بنائے جانچا پرکھا اَور پھر تمام چیزیں مرتب ہو گئیں اَور یہ سب چیزیں فقہ میں ملتی ہیں۔ اُنہوں نے یہ کیا کہ اِتنی لمبی بحثوں میں

پڑنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہے تو اُنہوں نے اُس میں سے نکال کر فقہ میں خلاصہ لکھ دیا کہ سنت یہ ہے کہ ایسے کرو اَور سنت یہ ہے کہ ایسے کرو۔ اَب اُس کی تلاش کرے اگر، کہ بھئی حدیث کہاں ہے تو حدیثیں مل جائیں گی وہ حدیثیں تلاش کرنے کے لیے اَلگ پڑھاتے ہیں کتابیں حدیث کی اُن میں وہ حدیثیں ملتی ہیں باقی آسان اَگر لسٹ دریافت کرنی چاہے کوئی تو وہ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

تو علامت کیا ہے ؟ اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''حبِ رسول'' علامت ہے یعنی اِتباعِ رسول کرے، یہ اُنہوں نے ترجمۃ الباب یعنی سرخی بنائی ہے ایک باب کی اَور آیت یہ لائے ہیں قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ اَگر تمہیں خدا سے محبت ہے تو میری پیروی کرو تو اِس سے بڑا نجات کا اَور خدا کے مقرب ہونے کا راستہ کوئی بھی نہیں ہے کہ آپ تمام عادات میں تمام چیزوں میں سنت کی پیروی کی کوشش کریں، شمائلِ ترمذی کا مطالعہ کریں اُس کو دیکھیں اُس کا ترجمہ بھی ہے رسول اللہ ﷺ کی عاداتِ طیبہ بھی اُس میں ہیں اُس کا مطالعہ بکثرت کریں اُن نقوش پر چلنا اِتباعِ شریعت کرنا یہ خداوندِ قدوس کا قرب بڑھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِخلاص دے اِیمان دے معرفت دے عمل کی توفیق دے قبول فرمائے اَور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء

دُعائے صحت کی دَرخواست

بانی جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص جامعہ مدنیہ جدید کے ناظم جناب قاری غلام سرور صاحب فالج کے عارضہ میں مبتلا ہیں، قارئین کرام سے دُعائے صحت کی دَرخواست ہے۔ (اِدارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۵۴

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

اَلْمُحَدِّثُ الْکَبِیْرُ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً سے میری ملاقات اُس زمانہ سے ہے جب آپ نے ٹنڈو الہ یار سے آ کر مدرسہ عربیہ اِسلامیہ نیوٹاؤن کی بنیاد ڈالی۔ [1] اُس وقت صرف دو کمرے بنے تھے، باقی پوری جگہ خالی تھی ناہموار بھی تھی چہار دیواری نامکمل تھی۔ یہ دو کمرے موجودہ مسجد کے شمالی مشرقی حصہ میں تھے۔

---

[1] معتبر ذرائع سے میں نے یہ بات سنی ہے اگرچہ اُن کا نام اَب ذہن میں نہیں رہا کہ اِن دونوں بزرگوں میں باہم رابطہ کا سبب یہ بنا کہ حضرتؒ کے عربی اَشعار کسی رسالہ میں شائع ہوئے اُس میں یہ اَشعار حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزرے جس سے حضرتؒ بہت متاثر ہوئے اَور ملاقات کا شوق پیدا ہوا بعد اَزاں حضرت بنوریؒ جب لاہور تشریف لائے تو دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ حضرت اَقدسؒ نے شاید تواضعًا اِس واقعہ کا ذکر نہیں فرمایا، واللہ اعلم۔

اَلبتہ میرے مشاہدہ میں یہ بات رہی ہے کہ جب بھی یہ دونوں بزرگ مل بیٹھتے تو حضرت بنوریؒ حضرت والد ماجدؒ سے عربی میں گفتگو کو ترجیح دیتے تھے اَور اِس گفتگو کی لطف اَندوزی حضرت بنوریؒ کے چہرے سے خوب عیاں ہوتی تھی، حضرت بنوریؒ کو ایک بار جامعہ سے گاڑی میں حضرت والد صاحبؒ رُخصت فرما رہے تھے اَحقر ڈرائیور کے ساتھ والی نشست پر آگے بیٹھا ہوا تھا حضرت بنوریؒ پچھلی نشست پر تشریف فرما تھے حضرت والد صاحبؒ نے میرے بارے میں فرمایا کہ یہ محمود میاں ہے تو اِس نام پر بہت خوش ہوئے اَور حضرتؒ سے عربی میں اِس کا اِظہار فرمایا جس کا مطلب جو یاد پڑتا ہے کچھ اِس طرح تھا کہ بہت ..... مُحَمَّدٌ ، حَامِدٌ ، مَحْمُوْدٌ..... (محمود میاں غفرلہٗ)

ایک دفعہ (حاضری ہوئی تو) حضرت مولانا لطف اللہ صاحب (جہانگیرہ) مدظلہٗ اَور دُوسری دفعہ حاضری ہوئی تو حضرت مولانا نافع گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ پھر بارہا حاضری ہوئی تو شرفِ ملاقات حاصل ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مساعی میں برکت دی اَور جلد ہی اِتنی عظیم مسجد اَور بڑا مدرسہ جس کا کتب خانہ بھی بہت اچھا ہے بن گیا۔ اَور بفضلِ خدا بہت سے ممالکِ بعیدہ کے طلبہ کا مرجع بن گیا، اللہ تعالیٰ مولانا المحترم کے لیے اِس صدقہ جاریہ کو قائم رکھے اِس کا فیض مزید عام ہو۔

یہ مختصر مضمون تاثرات کا ایک خاکہ ہے۔

حضرت مولانا خود اِرشاد فرماتے تھے کہ میرے ساتھ حق تعالیٰ کے معاملات شروع ہی سے عجیب وغریب رہے ہیں اَور بالکل آغازِ زندگی سے حالات سنایا کرتے تھے۔ جب حصولِ علم کے لیے سفر شروع کیا اَور اَفغانستان تشریف لے گئے۔ اِن کی تفصیلات شاید مولانا کے رشتہ دار حضرات جو بچپن کے حالات سے واقف ہوں بتلاسکیں گے لیکن ہم نے جو اپنی آنکھوں سے قدرت کا عجیب معاملہ دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے علم میں ہندو پاک و بنگلہ دیش میں بڑا مدرسہ ایسا کوئی نہیں ہے جہاں ضرورتاً زکوۃ کی تملیک کرا کر اُسے حوائجِ مدرسہ پر صرف نہ کیا جاتا ہو لیکن حضرت مولانا کے لیے اللہ تعالیٰ نے مدرسہ کے لیے دیگر عطیات کا جو محض بمد اِمداد ہوں ایسا وسیع باب کھولا تھا کہ آپ کے تمام ترقیاتی منصوبے وغیرہ سب اِن سے ہی چلتے تھے۔

خداوندِ کریم نے اِستغناء بھی بہت بخشا تھا۔ ثقہ حضرات سے سنا ہے کہ کبھی کبھی معطی (چندہ دینے والے) حضرات کو آداب بھی سکھاتے تھے کہ زکوۃ جس پر واجب ہے وہ خود آکر دے۔ یہ ضروری نہیں کہ مدرسہ کے لیے رقم کے واسطے مدرسہ ہی کا آدمی بھیجا جائے۔

اِسی طرح برسوں سے یہ بھی سنتا آرہا ہوں کہ جب مدِّ زکوۃ کا فنڈ بقدرِ ضرورتِ مدرسہ پورا ہوجاتا تھا تو آپ دُوسرے ضرورت مند اَفراد یا مدارس کی طرف توجہ دِلا دیتے تھے کہ ہمارے یہاں جتنی ضرورت تھی وہ رقم آگئی ہے فلاں جگہ ضرورت ہے اُنہیں دیں۔

حق تعالیٰ کے عجیب معاملات ہی میں سے ایک یہ معاملہ بھی تھا کہ آپ کو علامہ عصر حضرت

مولانا اَنور شاہ صاحب رحمہ اللہ سے تلمذ، مناسبتِ کاملہ اَور قرب حاصل ہو گیا۔ آپ کا یہ تعلق عنداللہ مقبول ہوا جو آخر حیات میں قادیانیوں کے خلاف سیادتِ تحریک کی شکل میں بھی سامنے آیا۔

آپ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے طریقہ پر مطالعہ علوم کرتے رہے ایک مرتبہ فرمایا کہ ڈابھیل کے قیام میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ ایک ایک بات کی تحقیق کے لیے میں نے پانچ پانچ سو، ہزار ہزار، دو دو ہزار صفحات کا مطالعہ کیا۔ سرسری نظر ڈال کر اگر کتاب دیکھی جائے تو بہت سے لوگ ایک ایک رات میں پانچ پانچ سو صفحوں کی کتاب دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن اگر بغور و تعمق مطالعہ کیا جائے تو یہ بہت ہی مشکل کام بن جاتا ہے اَور مولانا کی مراد یہی تھی۔

میں نے مولانا کی بعض عربی خاص اَدیبانہ تحریرات دیکھی ہیں اُن میں بکثرت عربی کے ایسے محاورات اِستعمال کیے ہیں جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ لغت کی کتابوں میں سے یاد کیے گئے ہیں۔

والد ماجد رحمہ اللہ سے میں نے مقامات پڑھی تھی۔ اُنہیں فِقْهُ اللُّغَةْ یاد تھی اَور حافظہ ایسا قوی تھا کہ مطالعہ کے بغیر بھی اُسی طرح پڑھاتے تھے دیگر اِستعمالات اِس کے علاوہ تھے۔ اَور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو منجد وغیرہ کے محاورات اَزبر تھے یہ کبھی جمع فرمائے اَور یاد کیے ہوں گے۔

ذوقِ اَدب بہت اَعلیٰ تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ دیوبند میں مولانا میرک شاہ صاحب اَندرابی (کشمیری) اَور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا عربی اَشعار قصائد میں مقابلہ رہا کرتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ اُن میں کون غالب رہتا تھا تو فرمایا کہ مفتی شفیع صاحب کے اَشعار اِن سے بہتر ہوتے تھے۔

خیر المدارس ملتان میں وفاق المدارس العربیہ کے اِبتدائی سالوں میں ایک دفعہ علماء سے خطاب فرما رہے تھے کہ درمیان میں مجھے خطاب فرمایا۔ میں متوجہ تو تھا مگر یہ خیال نہ تھا کہ کیوں خطاب فرما رہے ہیں، میں نے قدرے دائیں بائیں دیکھا کہ شاید اِس نام کے کوئی اَور صاحب ہوں۔ اِس پر دوبارہ مجھے خطاب کیا اَور عربی کا ایک شعر سنایا۔ اِس کے بعد ایک نشست میں فرمایا کہ فلاں رسالے میں

تمہارے شعر مامون دمشقی کے اَشعار سے اَچھے تھے۔ پھر اپنے قصائد میں سے مستحضر اَشعار سنائے۔

میں شاعر نہیں ہوں کبھی کبھار کوئی شعر بن جائے تو یہ شاعری نہیں۔ میں مولانا المرحوم کے حسنِ اِلتفات و اِنبساط کو قائم رکھنے کے لیے اپنے اُستاذِ محترم مولانا عبدالحق صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے منتخب اَشعار سناتا رہا جن میں یہ اَشعار بھی تھے۔

یَا مَنْ تَبَاعَدَ عَنِّیْ غَیْرُ مُکْتَرِثٍ
لٰکِنَّهٗ لِلضَّنِّیْ وَ السَّقَمِ اَوْصٰی بِیْ
تَرَکْتَنِیْ مُسْتَهَامَ الْقَلْبِ ذَا حَرَقٍ
اَخَا الْجَوٰی بَیْنَ بِلْبَالٍ وَ اَوْصَابِ
اُرَاقِبُ النَّجْمَ فِیْ جَنْحِ الدُّجٰی کَلِفًا
کَاَنَّنِیْ رَاصِدٌ لِّلنَّجْمِ اَوْصَابِیْ

حضرت مولانا کا یہ ایک پہلو تھا جو گزرے ہوئے واقعات کے ذیل میں آ گیا، ورنہ مولانا کو بفضلِ خدا تمام علوم مستحضر تھے۔ منطق کی کتابوں کی عبارتیں بھی یاد تھیں۔

مختلف مجالس میں بہت سی باتیں سامنے آتی رہیں۔ آپ نے اپنے یہاں مدرسہ میں شاید غیر ملکی طلبہ کی رعایت میں اِن علوم کی کتابیں نہیں رکھی ہیں۔ اَور غالبًا اِس طرف زیادہ توجہ رہی ہے کہ طلبہ علوم عالیہ میں زیادہ بصیرت حاصل کریں۔ اَور اُن کی توجہ.....اُمور کی طرف زیادہ ہو۔

غالبًا ۸/جون ۱۹۷۴ء کے قریب کی بات ہے کہ حضرت والا اَور حضرت مولانا المفتی محمود مدظلہم دونوں ہی تشریف فرما تھے کہ میں نے منطق کی ایک کتاب کا ذکر کیا کہ وہ مجھے بہت پسند ہے۔ یہ کتاب مدینہ منورہ میں پھوپھی صاحبہ اُخت حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہا کے پاس مولانا کی الماری بھر کتابوں میں سے ایک تھی۔ یہ بوعلی سینا کی لکھی ہوئی ہے اَور اُنہوں نے منطق کے تمام قواعد منظوم کر دیے ہیں۔ اَشعار طلبہ کو آسانی سے یاد ہو جاتے ہیں یہ کتاب پڑھا کر یاد کرا دی جائے تو سارے قواعد یاد ہی رہیں گے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ اَشعار کا ترجمہ اَور مختصر شرح اُردو میں آ جائے۔

دونوں حضرات نے اِس مختصر کتاب ''رسالہ'' کو دیکھا اَور بہت پسند فرمایا اَور فرمایا کہ شرح کی ضرورت نہیں ایسے ہی طبع کرادیں فرمایا کہ ہم وفاق کے نصاب میں داخل کردیں گے۔ اِن حضرات کی رائے اِس قدر قوی دیکھ کر میں نے اِس کے پازیٹو بنوالیے۔ لیکن اَب مضمون لکھتے وقت اِن باتوں کے ساتھ یاد آیا کہ رسالہ اُن کی رائے کے احترام میں ویسے ہی طبع کرادینا چاہیے اگرچہ میری رائے اَب بھی وہی ہے کہ مبتدی کے لیے اِس کا ترجمہ مختصر تشریح تسہیل کے ساتھ ضروری ہے مگر کہنا یہ ہے کہ اُن دونوں حضرات کی بلندی علم اِسے سہل بتلا رہی تھی۔

حضرت مولانا کو علمِ طب میں بھی عبور تھا۔ حضرت مولانا جیسے ظاہراً پاکیزہ تھے اُسی طرح دِل بھی صاف رکھتے تھے اِسی لیے گفتگو اَور تقریر میں وفورِ جذبات اَور رقتِ قلبی وغیرہ کی کیفیت ہوجاتی تھی۔

طبیعت کی صفائی کی وجہ سے آپ کے لیے شاید یہ ممکن نہ تھا کہ کسی سے ناراض ہوں تو اُس سے اِس کا اِظہار نہ کریں، ظاہر و باطن یکساں تھا، معلوم ہوتا ہے بناوٹ کی نہ ضرورت تھی نہ قدرت۔

مولانا کا علمی تفوق جو ہمہ جہتی تھا بالخصوص حدیث پاک میں، پھر اِستغناء اَور قبولیت وھبیّہ دیکھتے ہوئے یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ آپ کو کسی اَور سے عقیدت مندانہ تعلق ہوگا۔ لیکن جو مولانا کے ذرا بھی قریب ہوگا اُسے علم ہوگا کہ اُنہیں ہر اُس شخص سے تعلق ہوجاتا تھا جس کے بارے میں اُنہیں معلوم ہو کہ وہ خدا کا صالح بندہ ہے اَور ہر اُس بزرگ سے عقیدت ہوتی تھی جو واقعی اُن کی نظر میں اہل اللہ ہو۔ اَور اُس سے ایسا معاملہ فرماتے تھے کہ جیسے اپنا بزرگ تسلیم کرلیا ہو، باطنی اِستفادہ فرمارہے ہوں یا بیعت ہوں۔

مولانا عبدالغفور صاحب عباسی نقشبندی رحمہ اللہ مدینہ منورہ سے آتے تھے تو شروع شروع میں تو لاہور میں اِن کا قیام سنٹرل ہوٹل میں ہوتا تھا (جو لوہاری دروازہ کی طرف اَنارکلی کی آخری بلڈنگ ہے اَور مکی مسجد کے زیر دیوار ہے)۔ مولانا موصوف مسلم مسجد میں نماز اَدا کیا کرتے تھے اَور صرف سات آٹھ آدمی ساتھ ہوتے تھے۔ اُس وقت اَور اُس کے بعد اُن کے گرد ہجوم کثیر ہونے تک میں اُن سے ملتا رہا ہوں پھر مجمع زیادہ ہونے لگا اَور پھر بہت زیادہ ہونے لگا۔ اُس زمانے میں مولانا یوسف صاحبؒ کی

کراچی میں اُن سے ملاقاتیں بہت ہوتی رہیں اَور بہت سے لوگوں سے سننے میں آیا کہ مولانا اُن سے بیعت ہوگئے ہیں۔

اِس کے بعد ایک دفعہ مولانا سے لاہور ہی میں ملاقات ہوئی تو میں نے اَثناءِ گفتگو دریافت کیا کہ آنجناب کا تعلق بیعت کن سے ہے ؟ مولانا نے کچھ واقعات ذکر فرمائے اَور بتلایا کہ مولانا محمد شفیع صاحب نگینوی [۱] رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ مولانا نے اپنی بیعت کے سلسلہ میں صرف اُن ہی کا اِسمِ گرامی ذکر فرمایا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بیعت کا تعلق تو اُن سے ہی رہا۔ اگر چہ دیگر اَکابر کا بے حد اِحترام فرماتے رہے ہیں۔ میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے واقف نہ تھا بعد میں مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لوگوں سے سنا کہ اُن کی ایک دفعہ عجیب کرامت بھی ظاہر ہوئی تھی۔ وہ ایک مذبوح جانور کا اِحیاء تھا بالکل ویسا ہی واقعہ جیسا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

اگست ۱۹۷۴ء کی بات ہے کہ حضرت مولانا نے مولانا عبدالمعبود صاحب کا ذکر فرمایا (جو ایک معمر بزرگ ہیں موصل کے رہنے والے ہیں جو پاکستان کے شمالی پہاڑوں میں کافرستان کے قریب ایک موضع ہے) اُن کے بارے میں کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ وہ میرے دادا جان کے نوعمری کے دَور کے ملنے والے ہیں۔ والد صاحب سے ملتے ہیں تو اُن کی باتیں سناتے ہیں۔

مولانا عبدالمعبود صاحب [۲] کا نام اَور اُن کی باتیں میں نے پہلے پہل اپنے ایک دوست مولانا عبدالمجید صاحب سے سنی تھیں جو دارُالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں اَور سکھر میں کاروبار کرتے ہیں اُن کی ملاقات مولانا عبدالمعبود صاحب سے بحری جہاز میں ہوئی تھی جبکہ وہ حج کے لیے سفر کر رہے تھے۔ اِس کے کچھ دیر بعد ۱۹۶۳ء میں مولانا موصوف لاہور آئے اَور خاصا چرچا ہوا۔ اُس وقت متعدد بار ملاقات ہوئی اَور خود اپنے آپ باتیں کرنے کا موقع ملتا رہا۔

---

[۱] نگینہ ضلع بجنور کا ایک قصبہ ہے۔ یوپی میں واقع ہے پنجاب کی سرحد سے لے کر وہاں تک فاصلہ سو میل کے قریب ہوگا۔ بڑی ریلوے لائن جو مرادآباد، رامپور، بریلی، لکھنؤ، بنارس ہوتی ہوئی کلکتہ جاتی ہے، یہاں سے گزرتی ہے۔

[۲] مولانا عبدالمعبود صاحب کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے : ماہنامہ اَنوارِ مدینہ اَکتوبر ۲۰۰۴ء

مولانا سے میں نے اُن کی عمر کے بارے میں خود دَریافت کیا اَور یہ بھی معلوم کیا کہ آپ سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عمر میں بڑے تھے یا آپ ؟ اُنہوں نے فرمایا کہ حاجی صاحب مجھ سے کم اَز کم دس یا بارہ تیرہ سال بڑے تھے لیکن خود اپنی موجودہ عمر جو مولانا موصوف بتلاتے تھے اُس حساب سے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر مبارک مولانا سے چھوٹی بنتی تھی۔ مولانا کی بتلائی ہوئی عمر اُس وقت چٹان میں چھپی تھی۔ اُس سے اَگلے سال پھر چٹان میں موصوف کے بارے میں مضمون چھپا۔ اُس میں ایک سال نہیں بلکہ کئی سال عمر زیادہ چھپی۔ نیز حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اَور تمام اَکابر مشائخ دیو بند کے متوسلین کی رائے موصوف کے بالکل خلاف تھی اِس لیے مجھے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف عجیب سی لگی، ساتھ ہی یہ نئی بات علم میں آئی کہ مولانا مرحوم کے موصوف سے قدیم جدی تعلقات بھی نکل آئے۔ اِس لیے مناسب معلوم ہوا کہ مولانا سے اپنے شکوک ذکر کروں۔

میں نے کہا کہ اُن کا معمر ہونا کوئی ایسی بات نہیں جس کا اِنکار کیا جائے اِسی طرح اُن کا حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونا بعید نہیں ہے کیونکہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۱۷ھ ہجری میں ہوئی ہے۔

مراد آباد میں جناب مرزا حسن یار بیگ [1] صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وفات کے

---

[1] مراد آباد میں ۱۸۵۷ء سے یا اِس سے پہلے سے مغل خاندان آباد ہے اُس محلّہ کا نام مغلپورہ ہے، مرزا صاحب اُس خاندان میں گوہرِ بے مثل تھے پہلے یہ حال تھا کہ مصنوعی اَنگریز تھے اَنگریزی میں گفتگو کے حد درجہ شوقین تھے۔ فرماتے تھے کہ اَنگریزوں کے ساتھ کھیل وغیرہ کے موقع پر میں موازنہ کیا کرتا تھا کہ میں اُن سے زیادہ روانی سے اَنگریزی بول سکتا ہوں یا نہیں؟ میں اُن سے زیادہ رَوانی سے بولتا تھا۔ بعد میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے پھر تاحیات اِتباعِ سنت ہی نقطۂ نظر اَور محبوب ترین مشغلہ بنا رہا۔ سر سے پاؤں تک لباس، چپل اَور ہاتھ کی چھوٹی لاٹھی سب ہی علماء سے تحقیق کر کے اُسی طرح کی بنائیں جو سنتِ رسول ﷺ سے ثابت ہوئیں۔ وہ مجسمۂ اِتباعِ سنت تھے اپنی خاندانی مسجد آباد کی اَور خود ہی پانچوں وقت نماز پڑھانے لگے۔ اَنگریزی اَثرات سے بھی دُشمنی ہو گئی۔ میں نے اُن کی زبان سے کبھی کوئی لفظ اَنگریزی کا نہیں سنا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (باقی حاشیہ اَگلے صفحہ)

قریب حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ایک شخص نے اِجازت چاہی کہ حضرت مجھے اِجازت ہو تو میں لوگوں کو ذکر بتلا دیا کروں، آپ نے اُسے اِجازت دے دی۔ کچھ دیر بعد ایک اَور صاحب نے اِجازت چاہی آپ نے اُنہیں بھی اِجازت دے دی اَور فرمایا کہ کیا حرج ہے اللہ کا نام بتلا دیا کرو [۱] اِس طرح اُس وقت آپ نے چار آدمیوں کو اِجازت دے دی۔

نیز علماء کرام کو اِجازت [۲] دینے میں مشائخ نے توسع سے کام لیا ہے اِس لیے مولانا موصوف کا حضرت حاجی صاحب سے مجاز ہونا بھی بعید نہیں (اَور چلاس وغیرہ میں ۱۲۵ اَور ۱۳۵ سال کی عمر کے لوگ باآسانی مل جاتے ہیں) لیکن یہ باتیں جب مولانا کی دُوسری باتوں کے ساتھ ملتی ہیں تو اُن میں تردّد پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اَور حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ شریکِ مشورہ اَور پھر شریکِ جہاد رہے ہیں۔ بعد میں حضرت

(بقیہ حاشیہ ص ۲۱) جامعہ قاسمیہ مرادآباد کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی حاضر ہوتے رہتے تھے اَور وہاں کے دُوسرے علماء سے بھی مسائل کی تحقیق فرماتے رہتے تھے۔ مرادآباد میں تفسیر، حدیث، قراءت، فقہ اَور منطق وفنون کے ایسے کامل اَساتذہ تھے کہ اُن میں سے ہر ایک اگر دارُالعلوم میں ہوتا تو اپنے اپنے شعبہ کا مدرسِ اَعلیٰ بن سکتا تھا۔ ضرورت پڑنے پر حضرت مولانا فخر الدین صاحب نے شیخ الحدیث دیوبند کے فرائض دومرتبہ سنبھالے۔ دُوسری مرتبہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرضِ وفات سے خود اپنی وفات تک اِس منصب پر فائز رہے۔ جامعہ قاسمیہ مرادآباد حضرت نانوتوی صاحب قدس سرہٗ نے قائم فرمایا تھا رَحِمَھُمُ اللّٰہُ.

[۱] اِس قسم کی اِجازت سے خاص اُس ذکر کے بتلانے کی اِجازت بھی مراد ہوسکتی ہے اَور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بیعتِ توبہ کی یا اُس ذکر تک اَذکار کی تلقین کی اِجازت مراد ہو، بہرحال ایسے حضرات کو حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے خلفاء میں شمار نہیں کیا گیا۔

[۲] ہر عالم جو باعمل ہو، چاہے اُسے کسی سے اِجازت ہو یا نہ ہو بیعتِ توبہ لے سکتا ہے یہ پرانا قاعدہ چلا آرہا ہے، اَلبتہ بیعتِ سلوک جس میں اَذکار ومراقبات اَور آخری مراقبۂ احسان تک کی تلقین کی جاتی ہے اُسے ''بیعتِ سلوک'' کہا جاتا ہے اِس کی اِجازت اُسے ہی دی جاتی ہے جس نے خود یہ راستہ طے کیا ہو۔ عرفاً خلافت کے لفظ سے ایسی ہی اِجازت مراد ہوا کرتی ہے۔

مولانا خلیل اَحمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی تعلقات کا اِظہار فرماتے ہیں اَور یہ کہ اُنہوں نے مدینہ منورہ میں اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی، وغیرہ۔

وہ ذکر فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بریلی میں اَحمد رضا خاں صاحب سے ملانے کے پروگرام سے لے گئے تھے اُدھر ہمارے اَکابر نے ایسے سب رجالِ کار کا ذکر کردیا ہے جنہوں نے ذرا بھی ایسے کاموں میں حصہ لیا ہو اَور سب ضبطِ تحریر میں آچکا ہے۔ ایسا اہم شخص جو اُن اَکابر کے ساتھ شریکِ معرکہ بھی رہا ہو، بقیدِ حیات ہو، سفر بھی بکثرت کرتا رہتا ہو بلکہ سیاح ہو حضرت شیخ الہند اَور حضرت مولانا خلیل اَحمد صاحب سے اُن کی ملاقات بھی رہی ہو، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ شیخ الہند اَور حضرت سہارنپوری کے عظیم المرتبت اَور جلیل القدر خدام میں سے کوئی بھی واقف نہ ہو۔ کوئی تو ذکر کرتا یا پہچانتا۔

میں نے حضرت مولانا عزیز گل صاحب مدظلہم العالی سے دریافت کیا کہ جناب اُنہیں جانتے ہیں یا نہیں ؟ اَور کیا کبھی حضرت شیخ الہند سے یا اپنے کسی بزرگ سے اُن کا ذکر سنا ہے یا نہیں ؟ تو حضرت کا جواب آیا کہ ''نہ میں شخص مذکور سے واقف ہوں نہ اُن کے بارے میں کبھی کسی سے کچھ سنا''

اِسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب اَور حضرت والد صاحب جو اِسی قافلۂ مجاہدین بلکہ تحریکِ ولی اللّٰہی کے سب سے بڑے مؤرخ ہیں ..... اِن سے ناواقف ہیں وہ بھی قطعی لاعلمی کا اِظہار فرماتے ہیں، موصوف کی یہ بے اَصل باتیں بہت مشہور ہوگئی ہیں اَور باعثِ اعتراض ہیں تو ایسی غلط باتیں وہ کیوں کرتے ہیں ؟

حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سوال پر قدرے سکوت کیا، پھر فرمایا کہ

''اِس عمر میں ایسی باتیں ہوجایا کرتی ہیں۔''

(مولانا بنوری ؒ کو) حضرت مولانا عبدالہادی صاحب دام ظلہم سے اِسی طرح کی عقیدت بھری محبت تھی۔ حضرت نے مولانا بنوری کو اپنے مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے بلایا۔ آپ کراچی سے کسی صاحبِ خیر کا ایک چیک بھی ساتھ لائے جو پچاس ہزار کا تھا، جب آپ نے وہ پیش کیا تو

حضرت دین پوری نے اِنکار فرمایا کہ جناب کو اِس خیال سے نہیں بلایا تھا لیکن مولانا کے اِصرار پر اُس وقت آپ نے رکھ لیا۔ مولانا کے روانہ ہونے کے بعد پھر حضرت کی طبیعت نہ مانی اَور وہ چیک بالآخر واپس کر ہی دیا۔

میں نے یہ واقعہ سنا تو اُن صاحب سے کہا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کریں کہ وہ مولانا بنوری کی اِمداد قبول فرمالیا کریں کیونکہ مولانا خود مال کے بارے میں مکروہ مال سے اِجتناب فرماتے ہیں۔ لیکن اُن سے میری یہ گفتگو مولانا کی وفات سے چند ہفتے پہلے ہی ہوئی۔ [1]

رَحِمَہُ اللّٰہُ وَجَزَاہُ خَیْرًا

ایک دفعہ حضرت مولانا سے حضرتِ اَقدس مولانا شاہ اَشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر آیا، تو آپ نے فرمایا کہ

''اُن کے علم میں خداوند کریم نے بہت برکت دی تھی کہ بہت قریبی جگہ سے جدھر خیال بھی نہ جاتا تھا اِستدلال فرمالیتے تھے حالانکہ وسعتِ مطالعہ (مطالعہ کا پھیلاؤ) بھی اِتنا زیادہ نہ تھا۔''

---

[1] اِس واقعہ کی مزید تفصیل صاحبِ مضمون (حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب مدظلہم) کے حکم سے حضرت مولانا عبیداللہ اَنور مدظلہم سے معلوم کر کے لکھی جارہی ہے۔ (اِدارہ خدام الدین)

ہوا یوں کہ ۱۹۷۳ء کے تباہ کن سیلاب نے دین پور شریف اَور خان پور کے تمام علاقے کو متاثر کیا۔ دُوسرے مقامات کے علاوہ یہاں بھی پیپلز پارٹی کے لوگوں نے مبینہ طور پر ظلم و شقاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بند توڑ دیا حضرت درخواستی مدظلہم حیدر آباد رہے کہ تمام مدرسہ نذرِ سیلاب ہو گیا اَور حضرت دین پوری ظاہر پیر میں قیام پزیر رہے۔ یہ بلا ٹلی تو واپسی ہوئی۔

یہ یکم رمضان کا دِن تھا، اِس کے بعد مدرسہ کے سنگِ بنیاد کے لیے حضرت نے مولانا عبیداللہ اَنور کو بلایا، اُدھر سے حضرت مولانا بنوری کو بھی بلایا۔ دونوں حضرات وہاں پہنچے تو حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ پچاس ہزار روپے کا ڈرافٹ ہمراہ لائے اَور حضرت کو پیش کیا۔ حضرت مسلسل اِنکار کرتے رہے، آخر مولانا بنوری نے مولانا عبیداللہ اَنور سے بھی سفارش کرائی۔ حضرت دین پوری اِس کو بہت بوجھ خیال فرماتے جبکہ مولانا بنوری نے عرض کیا کہ مجھ پر دینے والوں نے اعتماد کیا مجھے اعتماد کی جگہ چاہیے اَور آپ سے بڑھ کر کون ہے ؟ (باقی حاشیہ اَگلے صفحہ پر)

آخری بار مدرسہ میں تشریف آوری کے موقع پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر آیا تو بہت عظیم کلمات اِرشاد فرمائے کہ

''وہ اللہ کے ایسے مقبول بندے تھے کہ اُن کی ناراضگی خدا کی ناراضگی اَور اُن کی خوشنودی خدا کی خوشنودی تھی۔''

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴) بالآخر بصد مشکل ڈرافٹ رکھ لیا گیا ساتھ ہی چونکہ نوٹوں کی تبدیلی وغیرہ کا سلسلہ چل رہا تھا اِس لیے ضائع ہونے سے بچانے کے لیے اِسے کیش کروالیا گیا اَور پھر حضرت دین پوری نے مولانا عبیداللہ اَنور کو لکھا کہ ہم پر بہت بوجھ ہے وہ رقم واپس کرنی ہے، آپ حاجی محمد یوسف صاحب یا حاجی شفیع اللہ صاحب میں سے کسی کو لکھیں کہ وہ آئیں اَور یہ رقم لے کر جائیں۔

یہ دونوں حضرات، حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے خاص عقیدت مند تھے اِبتداء میں حضرت سے شناسائی نہ تھی، قرآن عزیز کے لیے جو حضرات پیسے دے گئے وہ یہی تھے بعد میں شناسائی ہوئی۔ حضرت مولانا حبیب اللہ مہاجر مکی مرحوم سے بہت تعلق رہا۔ مولانا عبیداللہ اَنور اِن حضرات سے رابطہ کی کوشش کرتے رہے کہ اَچانک حاجی شفیع اللہ صاحب دین پور شریف پہنچ گئے اَور وہ رقم اُن کے ذریعہ واپس بھیج دی گئی۔

حضرت دین پوری دامت برکاتہم کا یہ اِستغناء اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت خلیفہ میاں غلام محمد صاحب قدس سرہٗ العزیز (والد بزرگوار) اَور آپ کے بعد حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کی حسن تربیت کا رنگ آپ کی پوری زندگی میں جھلکتا ہے۔ اِن دونوں بزرگوں کی زندگی فی الحقیقت قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کی زندگی کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔ حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی سوانح حیات تو سامنے آچکی ہے جس سے نسل نو بھی اُن کی عظمت کا اَندازہ لگا سکتی ہے۔ رہ گئے اَعلیٰ حضرت دین پوری قدس سرہٗ تو اُن کی سوانح بھی آیا چاہتی ہے جس کا نام ''یدِ بیضا'' تجویز ہوا ہے سامنے آنے پر اِس نام کی موزونیت صاحبِ تذکرہ کی سیرت کی جھلکیاں پڑھ کر معلوم ہوجائے گی۔

صاحبِ مضمون نے اِس موقع پر ۱۹۲۶ء کے جلسہ کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کی قائم کردہ اَنجمن خدام الدین کے زیرِ اہتمام ہوا تھا اُس میں وقت کے تمام اَکابر اَور جید علماء تشریف لائے۔ اِسی موقع پر حضرت علامہ سیّد محمد اَنور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ نے مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو اَمیر شریعت بنا کر سب سے پہلے بیعت فرمائی اَور پانصد جید علماء نے مزید بیعت کی۔ (باقی حاشیہ اَگلے صفحہ)

میں مولانا کو حیرت سے دیکھتا رہا، اُس وقت سواری کے اِنتظار میں تشریف فرما تھے۔ چند ہی منٹ بعد اُٹھ گئے میرے ذہن میں اُن کے یہ کلمات گھومتے رہے۔

دَر حقیقت حدیث پاک مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ [۱]

یعنی ''جو میرے ولی سے دُشمنی کرتا ہے میں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔''

حَتّٰی اَکُوْنَ یَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا. [۲]

یعنی ''حتی کہ میں اپنے (مقرب) بندے کا ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہوں وغیرہ۔''

جو روایات آئی ہیں اِن کے اِعتبار سے حضرت مولانا نے یہ جملے اِرشاد فرمائے کیونکہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ معرفت اَور اِتباعِ سنتِ نبویہ میں نہایت اَعلیٰ مقام پر تھے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵) اِس موقع پر تیسری بیعت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے کی جس کا ذکر اُنہوں نے خود کئی مرتبہ فرمایا (مولانا عبید اللہ اَنور سے بھی ذکر فرمایا) دُوسری بیعت کس نے کی؟ اِس کے متعلق صاحب مضمون نے مولانا عبید اللہ اَنور سے معلومات حاصل کرنے کی ہدایت کی، چنانچہ اُنہوں نے فرمایا کہ وہ مولانا ظفر علی خان تھے۔

صاحبِ مضمون مدظلہم نے علامہ اِقبال مغفور کی بیعت کے متعلق بھی مولانا عبید اللہ اَنور سے تحقیق کا حکم دیا، چنانچہ مولانا نے فرمایا کہ وہ بیعت میں شامل نہ تھے، بیعت صرف علماء کرام نے کی۔

اِسی طرح ''ختم نبوت وضرورت'' پر تقریر کے متعلق مولانا اَنور شاہ کا اِرشاد یہ ہے کہ یہ تقریر حضرت العلامہ مولانا شبیر اَحمد عثمانی نے فرمائی۔ جلسہ تو یہی تھا اَلبتہ اِجلاس کا تعین نہیں ہو سکا۔ ان اِجلاسوں میں علامہ اِقبال کے علاوہ سر شفیع اَور سر فضل حسین وغیرہ اَکثر لوگ شریک ہوئے۔ اِسی موقع پر سر شفیع نے وہ تاریخی جملہ کہا :

''کاش میری ماں مجھے تعلیم کے لیے وہیں بھیجتی جہاں شبیر اَحمد کی ماں نے اُنہیں بھیجا تھا۔''

اَور علامہ اِقبال مغفور نے تقریر سن کر جامع اَور بلیغ تبصرہ فرمایا اَور کہا کہ :

''اگر میں یہ تقریر نہ سنتا تو اِن مسائل کے معاملہ میں ناواقف ہو کر مرتا۔'' (اوکما قال)

[۱] بخاری شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۶۵۰۲

[۲] دروس للشیخ علی بن عمر بادحدح ، ثمار محبۃ النبی ﷺ الجزء ۱۸۸ ص ۲۱

ایک مرتبہ خیر المدارس میں وفاق کی میٹنگ کے موقع پر باتوں باتوں میں فرمایا کہ میں شرح ترمذی لکھ رہا ہوں، وہ میں نے سفرِ حج میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے پیش کی آپ نے دیکھ کر یہ ہدایت فرمائی کہ اِس میں غیر مقلد حضرات کے جواب میں بہت سخت قلم رکھا ہے، ایسا نہ ہونا چاہیے، اِس سے کتاب کی اَفادیت پر اَثر پڑتا ہے۔ فرماتے تھے کہ میں نے اِسی پر عمل کیا اَور ایسی عبارتیں بدل دیں۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے بعد حضرت مولانا اَلسید اَسعد صاحب مدظلہم سے بہت تعلق رہا اِسی داعیۂ محبت کے تحت اُنہیں دوبار اپنے یہاں بلایا، مولانا اَلسیّد اَرشد صاحب کے پاکستان آنے کا اِنتظام فرمایا۔ اِن حضرات کو اَور خود حضرت مولانا المرحوم کو حضرت مولانا عزیز گل صاحب دامت برکاتہم العالیہ (سخاکوٹ، مالاکنڈ ایجنسی) سے اُن کی قابلِ رشک نسبت ہائے عالیہ کی بناء پر عقیدت ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اِن ہر دو حضرات کے لیے سخاکوٹ کے ویزا کا اہتمام فرمایا اَور اُن کی تشنگی بجھائی۔ جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا.

ع نہیں معلوم جائے کس کے سر یہ دَر دِسر اَپنا

حضرت مولانا عزیر گل صاحب دامت برکاتہم العالیہ حضرت شیخ العالم مولانا محمود حسن صاحب اَسیر مالٹا رحمہ اللہ تعالیٰ کے اُن چند جلیل القدر تلامذہ میں ہیں جو حضرت سے ایسے وابستہ ہوئے کہ اَسارتِ مالٹا میں بھی ساتھ رہے۔ خداوند کریم کے ہاں اُن کی اِس نیت کی قبولیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اَنگریز کی اِتنی وسیع عملداری کے باوجود اِن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اُستادِ محترم کے ساتھ مالٹا ہی میں پہنچا دیا۔ بحمداللہ سب ہی اَسیر جو آپ کے متعلقین میں تھے نہایت حوصلہ سے ثابت قدم رہے۔ ضَاعَفَ اللّٰہُ اَجْرَھُمْ جَمِیْعًا .

حضرت مولانا عزیر گل صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے حضرت مولانا بنوری نور اللہ مرقدہٗ کو خود اِتنی زیادہ عقیدت تھی جسے ناپا نہیں جاسکتا، واقعات شاہد ہیں۔

جامعہ مدنیہ میں مولانا کی تشریف آوری سب سے پہلے ۱۹۶۴ء کے قریب ہوئی تھی اُس زمانہ

میں مدرسہ مسلم مسجد نیلا گنبد میں تھا۔ طلبہ کی رہائش اِن دونوں جگہ کے علاوہ نیلا گنبد میں ایک کرایہ کے مکان میں بھی تھی مولانا کو ختم بخاری شریف کے لیے بلایا گیا تھا۔ پھر خدا نے کیا کہ مدرسہ کی اپنی عمارت کریم پارک میں بننی شروع ہوئی۔

فروری ۱۹۶۶ء میں طلبہ و مدرسین یہاں آ گئے اِسی سال آغاز موسم سرما میں مفتی محمود صاحب کی دعوت پر حضرت مولانا ایک جلسہ میں لاہور تشریف لائے اَور ایک شب جامعہ میں گزاری میں کراچی گیا ہوا تھا، یہ اِطلاع ملی تو دِلی مسرت ہوئی اِس کے بعد متعدد بار تشریف آوری ہوئی۔

مدرسہ کے یہاں (کریم پارک میں) آنے کے بعد آپ نے دو مرتبہ ختم بخاری شریف کرایا ایک دفعہ ۲۳ر رجب ۱۳۹۴ ہجری (۱۳ر اگست ۱۹۷۴ء) کو۔ (اُس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ مجددیہ کندیاں شریف بھی اَچانک تشریف لے آئے) مولانا دَرخواستی صاحب مدظلہم بھی لاہور میں تھے آپ سے بعد مغرب دَرخواست کی تو آپ بھی تشریف لائے اَور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ختم کرانے کے بعد تقریر فرمائی۔

دُوسری مرتبہ (یعنی تیسری مرتبہ) ۸ر شعبان ۱۳۹۵ ہجری (۱۷ر اگست ۱۹۷۵ء) کو آپ نے ختمِ بخاری کرایا۔ اِس طرح آپ نے جامعہ میں تین بار ختم بخاری شریف کرایا۔

۱۹۷۴ء اَور ۱۹۷۵ء کی تقاریرِ ختم ملتی جلتی تھیں۔ آپ نے بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیث اَور سب سے آخری حدیث کی سند میں وجوہِ مماثلت بیان فرمائی اَور دونوں ہی دفعہ اِرشاد فرمایا کہ یہ میری اپنی ذاتی تحقیق و کاوش ہے (اُمید ہے کہ یہ تقریر آپ کے تلامذہ کرام میں سے کوئی نہ کوئی صاحب اپنے مضمون میں لکھیں گے اِس لیے میں اِسے نہیں لکھ رہا) یہ حضرت مولانا کی جامعہ میں آخری بار تشریف آوری تھی۔

آپ کے چار عظیم واضح و باہر صدقاتِ جاریہ ہیں :

(۱) تحریکِ ختم نبوت کی قیادت میں مرزائیوں کو غیر مسلم اَقلیت قرار دینے میں کامیابی کہ حکومتِ وقت نے اعلان کر کے فوراً اِسے تسلیم کر لیا۔ (خدا کرے اِس سلسلہ کے بقیہ قانونی مراحل بھی

مکمل ہو جائیں)

(۲) حدیث میں شرح تقریرِ ترمذی۔

(۳) مدرسہ اِسلامیہ نیوٹاؤن۔

(۴) تحفظ ختمِ نبوت کے منصوبوں کے لیے اِس قدر عظیم فنڈ جمع کر دینا کہ ۳۶ لاکھ میں صرف اِس کا تعمیراتی خاکہ وجود میں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اَور مرحوم کے اِن صدقات کو جاری رکھے۔

مجھے اَفسوس ہے کہ میں ''لولاک'' میں مضمون نہ اِرسال کر سکا۔ تعمیلِ حکم میں اُس وقت جو چیز یاد آتی گئی لکھتا گیا ہوں۔ ع

گر قبول اُفتد.....

اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو مغفرت سے نوازے اَور اَعلیٰ علیین میں مقامِ عالی نصیب کرے اَور اُمتِ مسلمہ کو آپ کا بدل عطا فرمائے، آمین۔

نامناسب نہ ہوگا کہ آخر میں ایک روایت پیش کر دی جائے جس سے اہلِ علم کی عظمت کا اَندازہ ہو سکے گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے پہلے اَکابر یہ کہا کرتے تھے کہ عالم کی موت قصرِ اِسلام میں وہ دَراڑ (شگاف) ہے جسے کبھی کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ مَوْتُ الْعَالِمِ ثُلْمَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَايَسُدُّهَا شَيْئٌ مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ.

(سُنن الدارمی رقم الحدیث ۳۳۳)

آپ نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ وہ اپنے مشائخ واَساتذہ کی وفات کے بعد یہ کہتے رہے ہوں کہ ''اُن جیسا کوئی نہیں ملا'' اَور یہ حقیقت بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جیسے ہر آدمی کو شکلاً دُوسرے سے مختلف بنایا ہے اِسی طرح باطن اَور صلاحیت کے اِعتبار سے بھی ہر ایک دُوسرے سے مختلف ہے۔ لہٰذا اِسلام کے قلعہ میں جس جگہ وہ لگا ہوا ہے وہ اُسی کی جگہ ہوتی ہے اگر خدانخواستہ فیوض کی بقاء نہ ہوا کرتی تو دینِ اِسلام آگے نہ چلتا۔ اُمتِ محمدیہ پر خدا کی یہ خاص رحمت ہے کہ اُس نے اِس اُمت میں بقاءِ فیوض کا اِنتظام فرما دیا ہے ورنہ پہلی اُمتوں کی طرح آگے ہم تک اِسلام ہی نہ پہنچتا۔

ضَاعَفَ اللّٰہُ اَجْرَہٗ وَاَدَامَ فَیْضَہٗ

حامد میاں غفرلہٗ

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

جمعہ ۱۷ر صفر ۱۳۹۸ھ/ ۲۷ر جنوری ۱۹۷۸ء

(بشکریہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور)

وفیات

۲۸ر اگست کو حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے برادرِ نسبتی حافظ محمد اَنور صاحب کی اہلیہ صاحبہ مختصر علالت کے بعد دہلی میں وفات پا گئیں۔

۲۵ر رمضان المبارک کو سیالکوٹ کے سیّد نور اَحمد صاحب گیلانی کے پھوپھا اَلحاج سیّد اِظہار اَحمد صاحب گیلانی لاہور میں وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. مرحوم بہت نیک اَور بے ضرر اِنسان تھے،

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اَور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں مرحوم کے لیے اِیصالِ ثواب اَور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

قسط : ۲۷

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنیؒ کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ بجنوری ﴾

فاضل دارُالعلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ

اَفسوس ہے کہ لوگ اِتباعِ سنت کو کرامت نہیں سمجھتے اَور ایسی چیزوں کو کہ جن کو ''حیض الرجال'' (یعنی کرامت کو صوفیاء نے حیض الرجال سے تعبیر کیا ہے) کہا جاتا ہے، کی طرف دَوڑتے ہیں کہ جن سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ کرامت کی اِتباع اپنے مکان میں نہیں یہ تو عطیۂ اِلٰہی ہے اَور مفید اِتباعِ سنت ہی ہوتی ہے اَور اِسی کا اِنسان مکلّف ہے۔ اِسی اصول کے مطابق حضرتؒ کے متعلق اِتباعِ سنت کی چند چیزیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) ایک مرتبہ آپ نے درسِ بخاری شریف میں اِرشاد فرمایا تھا کہ بفضلہٖ تعالیٰ میں بسرعت تقریر کرسکتا ہوں لیکن یہ توقف فی الکلام (ٹھہر ٹھہر کر کلام کرنا) بہت مشقت کے بعد حاصل کیا ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

مَاکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَسْرُدُ سَرْدَکُمْ ھٰذَا وَلٰکِنَّہٗ کَانَ یَتَکَلَّمُ بِکَلَامٍ یُبَیِّنُہٗ فَصْلٌ ، یَحْفَظُہٗ مَنْ جَلَسَ اِلَیْہِ . (ترمذی : ۳۶۳۹)

''جنابِ رسول اللہ ﷺ تمہاری اِس سبقتِ لسانی کی طرح سبقت نہیں فرماتے تھے بلکہ وہ تو نہایت واضح اَور فاصل کلام کرتے تھے آپ کے پاس بیٹھنے والا یاد کرلیتا تھا۔''

یہ ہے وہ کرامت کہ جس پر لاکھوں نام نہاد کرامتیں نثار ہوجائیں۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ چیزیں جو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عاداتِ شریفہ میں داخل تھیں اگر کوئی اُمتی اُن عادات کی اِتباع نہ کرے (مثلاً حضور ﷺ کو ''لوکی'' سے رغبت تھی اَور کسی اُمتی کو لوکی مرغوب نہ ہو) تو اِنشاء اللہ اُس پر عتاب نہیں ہوگا لیکن عشق کی منزل کہیں اَور ہی ہوتی ہے عاشق اپنے معشوق کی ہر حرکت پر فدا ہوتا ہے۔ اِس میدان میں حضرتؒ کی یہی منزل ہے۔ ؎

میں جہاں ہوں ترے خیال میں ہوں
تو جہاں ہے مری نگاہ میں ہے

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت حضور ﷺ کے ساتھ اِسی قسم کی تھی جس کے نمونے ہمیں حضرتؒ کی زندگی میں ملتے ہیں۔

(۲) ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے لڑکے کی شادی کسی باکرہ لڑکی سے کریں لیکن حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا اَسعد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وعمت فیوضہم کی پہلی شادی اپنی بھتیجی جناب مولانا سیّد اَحمد صاحب مرحوم کی بیوہ لڑکی سے کی، آفریں مولانا اَسعد صاحب کو کہ حضرتؒ کی تعمیلِ حکم میں اِتباعِ سنت نصیب ہوئی۔

یہ وہ مقام ہے جہاں سے اچھے اچھوں کا قدم ڈگمگا جائے گا لیکن چراغِ محمد ﷺ اِس جگہ بھی نہایت آب وتاب کے ساتھ اپنی بے پناہ ضیاء پاشیاں کر رہا ہے۔

(۳) حضرتؒ جس سال حج کو تشریف لے جانے والے تھے شعبان کے مہینہ میں مظفر نگر سے ایک صاحب آئے اَور عرض کیا کہ میں نے یہ طے کیا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح اگر پڑھواؤں گا تو آپ سے پڑھواؤں گا ورنہ نہیں، چاہے لڑکی بوڑھی ہو جائے۔ حضرتؒ نے فرمایا اَب تو بخاری شریف کے ختم کا موقع ہے شوال کے مہینہ میں اِنشاء اللہ دیکھا جائے گا۔ بات آئی گئی برابر ہوئی، شوال کے مہینہ میں حضرتؒ ٹانڈہ تشریف لائے اَور وہ دِن آ گیا جس دِن شام کے پانچ بجے دہرہ ایکسپریس سے حضرتؒ سفر حج کے لیے سوار ہونے والے تھے وہ مظفر نگر کے صاحب گیارہ بجے دوپہر کو تشریف لائے اَور عرض کیا کہ حضرت آج لڑکی کے نکاح کی تاریخ ہے تشریف لے چلیے۔ اُس وقت کی حالت ملاحظہ فرمائیں :

دولت کدہ پر پانچ سو مہمان موجود تھے سفر حج کے لیے سامان اَندر سے باہر نکالا جا رہا تھا اَور حضرتؒ اِس کی نگرانی فرما رہے تھے اَور اپنے سامنے ترتیب سے رکھا رہے تھے ہاتھ میں ٹیکہ لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے بخار بھی چڑھا ہوا تھا، جیسے ہی حضرتؒ سے اِس آدمی نے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے شوال کا وعدہ کیا تھا بس حضرتؒ نے کچھ نہیں فرمایا اَور فوراً تانگہ پر سوار ہو گئے۔ (اِن دونوں موقعوں پر کہ حضرتؒ نے وعدہ فرمایا تھا اَور جب وعدہ پورا کرنے کی خاطر نکاح پڑھانے کے لیے مظفر نگر تشریف لے گئے تھے راقم الحروف موجود تھا۔)

وعدہ خلافی جو آج کل فیشن بن گیا ہے عوام نہیں بلکہ خواص بھی ''اِنشاء اللہ'' کی قید لگا کر اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھنے لگتے ہیں۔ حضرتؒ کے اِیفاء وعدہ کی یہ مثال ملاحظہ فرمائیں :

دُنیا کے مفتیانِ کرام کے پاس گھوم آیئے کوئی بھی اِس کو وعدہ نہیں کہے گا، بالفرض جبکہ ایسی مجبوریوں کی بناء پر شریعت نے ایسے مواقع پر خُلْفُ الْوَعْدِ حَرَامٌ کی قید کو ہٹا لیا ہے اَور ایسی ضرورتوں کی بناء پر شریعت نے وعدہ خلافی کو مباح بھی قرار دیا ہے (اَحکامات و شرائط کی تفصیل الاشْبَاہ والنَّظائر میں ملاحظہ فرمائیں) لیکن حضرت شیخ الاسلامؒ کی ذات تنہا اِس میدان میں چمکتی ہوئی دِکھائی دیتی ہے۔ یہ کرامتِ معنوی نہیں تو اَور کیا ہے ؟

رُوسی ترکستان کے وفد کے قائد جناب مفتی ضیاء الدین صاحب سے آپ نے فرمایا تھا (یہ اُس وقت کا واقعہ ہے کہ جب یہ وفد حضرتؒ کی خدمت میں آیا تھا اَور حضرتؒ کانپور تشریف لے جانے والے تھے تو مفتی صاحب نے فرمایا تھا آپ ایسے بڑھاپے میں بھی سفر کرتے ہیں؟ تو حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ وعدہ کر لیا ہے) اَور ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی وعدہ خلافی کی ہے۔

(۴) مولانا عبدالصمد صاحب وانکانیری (راقم الحروف کے آسام کے رفیقِ سفر اَور حضرتؒ کے خلیفہ) فرماتے ہیں میں نے حضرتؒ کو اپنی حالت کے بارے میں پرچہ دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا اچھا آپ کو ذکر جہری بتاؤں گا اِس کے بعد حضرتؒ بھول گئے۔ جب آسام پہنچے تو ایک دِن مولانا عبدالصمد صاحب کو دیکھ کر فرمایا، معاف فرمایئے گا میں بالکل بھول گیا تھا آپ نے بھی یاد نہیں دِلایا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اِس موقع پر حضرتؒ کے پاس آسام کے چند اَفسر تشریف لائے تھے اُن لوگوں کے سامنے حضرتؒ نے فرمایا تھا معاف فرمایئے گا میں بالکل بھول گیا تھا۔ ملاحظہ فرمایئے وعدہ پورا نہ ہونے کا کتنا بڑا اِحساس ہے۔ یہ کرامتِ معنوی نہیں ہے تو اَور کیا چیز ہے ؟

(۵) ایک مرتبہ بجنور میں حضرتؒ نے تقریر فرمائی، تقریر شروع کرنے سے پیشتر آپ نے پانی طلب کیا، راقم الحروف نے پانی گلاس میں پیش کیا، آپ نے سنت کے مطابق تین سانس لے کر پانی پیا، اُس وقت مدیرِ مدینہ بھی موجود تھے، مدیر موصوف کا فرمانا ہے کہ جس وقت حضرتؒ نے ہاتھ میں گلاس لیا تو میرا خیال تھا کہ شاید تقریر کی جلدی کی وجہ سے آپ سنت کے مطابق عمل نہ کرسکیں گے لیکن میری حیرت کی اِنتہا نہ رہی جب آپ نے اُس تھوڑے پانی کو سنت کے مطابق پیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اِتباعِ سنت کا اِتنا اِہتمام وہی کرسکتا ہے کہ جس نے اِتباعِ سنت کو عادتِ ثانیہ بنالیا ہو اَور یہ بہت بڑا کمال ہے۔

(۶) جماعت کی سنت کا اِتنا اِہتمام تھا کہ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے مرض الوفات میں ایک دِن حضرت مولانا فخر الدین صاحب ملاقات کے لیے تشریف لے گئے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ لوگوں کا میرے متعلق حسنِ ظن ہے ورنہ میری حالت تو یہ ہے کہ تیمّم سے نماز پڑھتا ہوں، جماعت سے بھی محروم ہوں اَور فرما کر اِس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی، یہ خوفِ خداوندی کرامتِ معنوی نہیں ہے تو اَور کیا ہے؟ مجبوری اَور سخت مجبوری میں سنتِ جماعت کا اِتنا خیال ہے، حضرتؒ کا جب تک بس رہا حالتِ مرض میں بھی برابر مہمان خانہ میں تشریف لاکر جماعت سے نماز اَدا فرماتے رہے۔

(۷) رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ اَحْيَانِهٖ .

(شرح معانی الآثار رقم الحدیث ۵۸۹)

''رسول اللہ ﷺ تمام اَوقات میں ذکر اللہ کرتے رہتے تھے۔''

تمام عمر میں ایک مرتبہ راقم الحروف کو حضرتؒ کا جسم دبانے کا اِتفاق ہوا ہے۔ میں نے جسم مبارک دباتے وقت محسوس کیا کہ حضرت کا ہر رُواں اَور ہر جوڑ ذکر اللہ میں مشغول تھا۔

(۸) جنابِ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت حضور علیہ السلام اَذان کی آواز سنتے تھے تو ایسے ہو جاتے تھے کہ گویا ہم کو شناخت ہی نہیں کرتے تھے، چنانچہ جس سال راقم الحروف بانس کنڈی (آسام) تراویح کی نماز کے بعد حضرتؒ کی مجلس میں حاضر ہوا تو حضرتؒ نے خادم سے دریافت فرمایا، آپ کہاں سے آئے ہیں باوجودیکہ میں حضرتؒ کی اِجازت اَور حضرتؒ کے ساتھ دیوبند سے آسام کے لیے روانہ ہوا تھا، اِس قسم کے واقعات متعدد حضرات کو پیش آئے ہیں کہ حضرتؒ غایت دَرجہ اِستغراق کی وجہ سے شناخت نہیں کر پاتے تھے۔

(۹) کثرتِ ذکر کی وجہ سے آپ کی یہ حالت تھی کہ سونا اَور جاگنا دونوں یکساں تھے مجال نہیں کہ سونے کی حالت میں غفلت ہو جائے، نیند آتی تھی مگر ایسی نیند نہیں جیسا کہ ہم کو آتی ہے سونے کی حالت میں بھی آپ کا کوئی پروگرام فیل ہوتے نہیں دیکھا، مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارُالعلوم دیوبند فرماتے ہیں :

> خورجہ میں ایک ہفتہ حضرتؒ کی معیت میں قیام رہا، روزانہ شب کو جلسے ہوتے اَور رات کا ایک بج جاتا اَور دِن بھر لوگوں کی آمد و رفت یا مخصوص لوگوں کے پاس خود پہنچ کر ملاقات، گویا نہ دِن میں راحت کا موقع نہ شب میں، کسی شب میں دو بجے سے پہلے لیٹنے کی نوبت نہ آتی تھی لیکن تین بجے جب میری آنکھ کھلتی تو میں مولانا کو نوافل یا تلاوت یا ذکر میں مشغول دیکھتا اَور حیران ہوتا تھا کہ یہ دو بجے لیٹ کر آخر تین بجے بے تکلف کس طرح اُٹھ بیٹھے۔
>
> شب و روز کی اِن خدمات کی وجہ سے اپنی نیند کو اِختیار بنالیا تھا بارہا اِس کی نوبت آئی ہے کہ شب میں حضرات اَساتذہ میں سے کسی کے یہاں دعوت ہوئی اَور ہم سب جمع ہوئے عشاء پڑھتے ہی کھانا تناول فرمایا، میزبان نے چاء کا اِصرار کیا حضرتؒ نے عذر فرمایا کہ مجھے اَبھی سبق پڑھانا ہے دیر ہو جائے گی۔ میزبان کی طرف سے اِصرار ہوا تو فرمایا کہ اچھا کتنی دیر میں چاء تیار ہو جائے گی، عرض کیا گیا

کہ پندرہ منٹ میں، فرمایا کہ اچھا تو پھر اِس مدت میں اپنی نیند پوری کرلوں، یہ کہہ کر وہیں چارپائی پر پیر لٹکائے ہوئے بیٹھ کر تکیہ سے کمر لگائی اَور سو گئے اَور شاید دو یا تین منٹ میں خراٹے کی آواز آنے لگی اَور ٹھیک پندرہ منٹ گزر جانے پر بلا کسی کے اُٹھائے خود ہی اُٹھ بیٹھے۔ (نئی دُنیا شیخ الاسلام ؒ نمبر)

نیند پر اِتنا بڑا اِختیار کہ جب چاہا بیدار ہو گئے کرامتِ معنوی نہیں ہے تو اَور کیا ہے ؟ بلاشبہ اَولیاء اللہ اِس حدیث کا مصداق ہوتے ہیں تَنَامُ عَیْنِیْ وَلَایَنَامُ قَلْبِیْ میری آنکھیں سوتی ہیں اَور دِل بیدار رہتا ہے۔

(۱۰) جن مقامات پر حضرت ؒ کبھی ایک مرتبہ تشریف لے گئے ہیں اَور جس جگہ بھی حضرت ؒ نے ایک مرتبہ قیام فرمایا ہے وہ مقامات اَور مکانات اَب بھی فیوض و برکات سے بھرپور ہیں۔ اِس کا تجزیہ اِس طرح ہوسکتا ہے کہ کوئی بھی صاحبِ بصیرت، ذاکر شاغل اُس جگہ جا کر دیکھ سکتا ہے کہ جہاں کہیں حضرت ؒ نے ایک مرتبہ قیام فرمایا ہے وہ بتلائے گا کہ اُس جگہ کسی اللہ والے کا قیام ہوا ہے اَور عام لوگوں کے تجربہ کے لیے حضرت ؒ کا مہمان خانہ موجود ہے۔ دیوبند جائیں اَور مہمان خانہ میں تھوڑی دیر بیٹھیں اَور اللہ تعالیٰ کی قدرت اَور حضرت ؒ کے فیوض و برکات کا مشاہدہ کریں اِنشاء اللہ اِن سطور کو حرف بحرف مشاہدہ فرمائیں گے۔ عیاں را چہ بیاں

(۱۱) میں نے کسی سخت سے سخت مخالف کو یہ کہتے نہیں سنا ہے کہ حضرت ؒ کا فلاں فعل یا فلاں حرکت خلافِ سنت تھی، تقریر کے میدان میں جب مقرر آتا ہے تو بڑے مقرروں اَور بزرگوں کو دیکھا ہے کہ جلسہ پر رعب جمانے کے لیے اِدھر اُدھر ہاتھ پھینکنا شروع کر دیتے ہیں مگر حضرت ؒ کے بارے میں کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ کبھی آپ نے اِدھر اُدھر ہاتھوں کو پھینکا ہے ہاں ضرورت کے وقت کرسی یا چھڑی پر رکھے ہوئے دستِ مبارک کی اُنگلیوں سے حرکت فرما دیا کرتے تھے اَور یہی رسول اللہ ﷺ کے متعلق منقول ہے۔ (باقی صفحہ ۴۲)

قسط : ۱۳

پردہ کے اَحکام

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

۞ ۞ ۞

اَجنبی مردوں سے عورت کو گفتگو کرنے کا شرعی طریقہ :

قرآنِ مجید کے اَندر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اَجنبی مردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جس سے نفرت پائی جائے نہ کہ محبت و اُلفت۔ واقعی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں جذبات کی پوری رعایت ہے نرم لہجہ سے اَجنبی شخص کو ضرور میلان ہوتا ہے۔ کیسی عجیب سچی بات ہے اَور سخت لہجہ سے اَجنبی مرد کو نفرت ہوتی ہے۔

(اَلغرض) عورتوں کے لیے قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ پردہ کے ساتھ اَجنبی مرد کے ساتھ نرم لہجہ سے گفتگو بھی مت کرو۔ اِس طرح سے آواز کا بھی پردہ ہے۔

عورت کے لیے تہذیب یہی ہے کہ غیر آدمی سے رُوکھا برتاؤ کرے۔ اَفسوس ہے کہ مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں : **فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا** یعنی کسی سے نرم لہجہ سے بات نہ کرو۔

دیکھیے اِس آیت کی مخاطب وہ عورتیں ہیں جو مسلمانوں کی مائیں تھیں یعنی اَزواجِ مطہرات اُن کی طرف کسی کی بری نیت جا ہی نہیں سکتی تھی مگر اُن کی لیے بھی یہ سخت اِنتظام کیا گیا تو دُوسری عورتیں کس شمار میں ہیں۔ اَزواجِ مطہرات سے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مردوں کے ساتھ نرم لہجہ سے بات مت کرو جب بات کرنا ہو تو خشک لہجہ سے کرو جس سے مخاطب یہ سمجھے کہ بڑی کھری اَور تلخ مزاج ہیں تا کہ لاحول ہی پڑھ کر چلا جائے، نہ یہ کہ نرمی سے گفتگو کرو کہ میں آپ کی محبت کا شکریہ اَدا کرتی ہوں مجھے جناب کے اَلطافِ کریمانہ کا خاص احساس ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لوگوں نے آج کل اِس کو تہذیب سمجھ لیا ہے۔

اَور بعض لوگ اِس پر کہہ دیتے ہیں کہ بتلایئے کیا فساد ہو رہا ہے ہم کو نظر نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں اَوّل تو فساد موجود ہے اَور اگر تم کو نظر نہیں آتا تو ممکن ہے کہ بہت قریب آگے چل کر یہ لہجہ کچھ رنگ لائے اُس وقت سب کو معلوم ہوگا اَور مجھ کو تو اِس وقت معلوم ہو رہا ہے۔ اہلِ نظر شروع ہی میں کھٹک جاتے ہیں کہ یہ چیز کسی وقت میں رنگ لائے گی۔ (اَلعاقلات الغافلات، کساء النساء ملحقہ حقوق الزوجین)

حیاء وفطرت کا مقتضی :

اَوّل تو عورتوں کو غیروں سے بولنا ہی نہیں چاہیے مگر بضرورت بولنا جائز ہے تو اِس کا طریقہ یہ ہے کہ سختی سے گفتگو ہو تا کہ دُوسرے کے دِل میں کشش اَور میلان پیدا نہ ہو۔ اَور عورتوں کے لیے یہ طریقہ شرعی حکم ہونے کے علاوہ طبعی (اَور فطری تقاضا) بھی ہے۔ حیاء عورت کے لیے طبعی اَمر ہے اَور اِس کے آثار اُن دیہاتی عورتوں میں جن پر حیاء زائل ہونے کے اَسباب نے اَثر نہیں کیا موجود ہے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ طبعی بات عورت کے لیے یہی ہے کہ غیر مردوں سے میل جول نہ کرے اَور کوئی ایسی بات قول گفتگو یا عمل اِختیار نہ کرے جس سے میل جول یا کشش پیدا ہو۔

دیہات میں دیکھیے کہ بھنگن و چمارن سے خطاب کیجیے تو وہ منہ پھیر کر اَوّل تو اِشارہ سے جواب دے گی مثلاً راستہ پوچھیے تو اُنگلی اُٹھا کر بتلا دے گی نہ اُس میں اَلقاب ہوں گے نہ آداب نہ ضرورت سے زیادہ اَلفاظ نہ آواز نرم ہوگی بلکہ اِس طرح بولے گی جیسے کوئی زبردستی بات کرتا ہے۔ یہی شریعت کی تعلیم ہے تو شریعت فطرت کے بالکل موافق ہے چونکہ دیہات والوں میں یہ اَخلاق طبعی موجود ہوتے ہیں اَور اُن سے اِنحراف (یعنی آزادی بے باکی) کے اَسباب وہاں نہیں پائے جاتے اِس واسطے دیہاتوں کے اَخلاق وعادات اپنی اَصلی حالت پر ہوتے ہیں۔ مگر اَفسوس کہ آج کل طبعی اَخلاق دُور ہو گئے ہیں اَور جو باتیں بری سمجھی جاتی تھیں وہ اچھی سمجھی جانے لگی ہیں حتی کہ اِس قسم کے مضامین اَور ایسے خیالات اَور ایسے جذبات جن سے خواہ مخواہ میلان ہو آج کل ہنر سمجھے جانے لگے ہیں اِس سے بہت پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ محفوظ رکھے، یہ سب اَثر ہے اِس نئی تعلیم کا۔

یہ (کالجوں اَور سکولوں کی) تعلیم عورتوں کے لیے تو نہایت ہی مضر ہے۔ عورتوں کی دینی تعلیم کا وقت بچپن کا ہوتا ہے مگر آج کل شہروں میں بچپن ہی سے لڑکیوں کو نئی تعلیم دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اِس تعلیم کے آثار و نتائج اُن کے رَگ و پے میں سرایت کر جاتے ہیں پھر دُوسری کوئی تعلیم اُن پر اَثر ہی نہیں کرتی۔ لڑکیوں کی مثال بالکل کچی نرم لکڑی کی سی ہے اِس کو جس صورت میں قائم کر کے خشک کر دو گے تمام عمر ویسے ہی رہے گی۔ جب بچپن ہی سے نئی تعلیم دی گئی نئے اَخلاق سکھائے گئے نئی وضع قطع نئی طرزِ معاشرت اُن کی نظروں میں رہا تو وہ اُسی میں پختہ ہو گئیں بڑی ہو کر اُن کی اِصلاح کسی طرح نہیں ہو سکتی لہٰذا ضرورت ہے کہ بچیوں کو نئی تعلیم کے بجائے پرانی (دینی) تعلیم دیجیے۔ (کساء النساء)

اَجنبی مرد سے نرمی سے گفتگو کرنے کا نقصان :

اِس کی دلیل بھی خود اِس آیت میں موجود ہے کہ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ کے بعد ہی بطورِ نتیجہ کے فرماتے ہیں فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ کہ اگر نرم لہجہ سے بات کی گئی تو جس کے دِل میں رَوگ ہے اُس کے دِل میں لالچ پیدا ہو گا اَور وہ لہجہ کی نرمی سے سمجھ لے گا کہ یہاں قابو چل سکتا ہے وہ اِس کی تدبیریں اِختیار کرے گا۔ دیکھیے خود حق تعالیٰ لہجہ کی نرمی کا یہ اَثر بتا رہے ہیں پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ اِس اَثر کا اِنکار کرے۔ میں اپنی طرف سے تو نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اَلفاظِ قرآنی صاف بتلا رہے ہیں کہ عورتوں کا مردوں سے نرم گفتگو کا یہ اَثر ہوتا ہے کہ اُن کے دِلوں میں لالچ پیدا ہوتی ہے۔

گفتگو کا طریقہ وقولِ معروف کی تشریح :

اِس کے بعد یہ بھی حکم ہے کہ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب بات کرو بھی تو ایسی کرو جس کو شریعت میں اچھا مانا گیا ہو۔

☆ ایک تو یہ ہے کہ بے ضرورت اَلفاظ مت بڑھاؤ کیونکہ شریعت اِس کو کسی کے لیے پسند نہیں کرتی، شریعت نے کم بولنے ہی کو پسند کیا ہے۔

☆ دُوسرے یہ کہ ہر بات کو سوچ کر کہو کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکل جائے۔ معروف کا

ترجمہ معقول ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ معقول بات کہو معقول بات وہی ہوتی ہے جس سے کوئی برا نتیجہ پیدا نہ ہو۔ اَور جب ثابت ہو چکا کہ لہجہ کی نرمی سے بھی عورتوں کے لیے برا نتیجہ پیدا ہوتا ہے تو پیار کی باتوں سے کیوں برا نتیجہ پیدا نہ ہوگا جس کو آج کل تہذیب سمجھا گیا ہے۔ اِس قسم کی باتیں عورتوں کے لیے معقول نہیں بلکہ نامعقول ہیں۔

بداَخلاقی و بدتہذیبی کا شبہ :

عورت کے لیے تہذیب یہی ہے کہ غیر آدمی سے رُوکھا برتاؤ کرے اَور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ ایک بات ایک کے لیے معقول ہو اَور دُوسرے کے لیے نامعقول، ایک کے لیے سختی سے بات کرنا اَور بے رحمی سے جواب دینا معقول ہوسکتا ہے اَور دُوسرے کے لیے نامعقول۔

مردوں کے واسطے باہمی کلام کا معقول طریقہ یہ ہے کہ نرمی سے بات کرو کسی کو سخت جواب نہ دو، رُوکھا پن نہ برتو۔ اَور عورتوں کے لیے معقول طریقہ یہ ہے کہ اَجنبی کے ساتھ نرمی سے بات نہ کریں اَور سختی سے جواب دیں اَور رُوکھا برتاؤ کریں۔ ایک ہی بات مردوں کے لیے بری اَور عورتوں کے لیے اچھی ہوسکتی ہے۔ عورتوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ جب غیر مردوں سے بات کریں تو خوب رُوکھے اَور سخت لہجہ اَور ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کریں اَوّل تو عورتوں کو غیر مردوں سے بولنا ہی نہیں چاہیے بضرورت بولنا جائز ہے تو اُس کا طریقہ یہی ہے۔ (کساء النساء)

حیاوشرم کا تحفظ :

ہمارے یہاں رسم یہ بھی ہے اَور مجھے پسند ہے کہ لڑکیوں کا مردوں سے پردہ تو ہوتا ہی ہے غیر عورتوں سے بھی اُن کا پردہ کرایا جاتا ہے چنانچہ نائن دھوبن یا کنجڑن وغیرہ جہاں گھر میں آئے اَور سیانی لڑکیاں فوراً پردہ میں ہوگئیں۔ اِس طریقہ سے اُن میں حیاء شرم پوری طرح پیدا ہوجاتی ہے بیبا کی اَور دیدہ چشمی نہیں ہونے پاتی۔ پہلے لوگوں نے اِس قسم کی بعض حکمت کی باتیں اِیجاد کی تھیں۔ سو واقعی اُن میں بڑی مصلحت ہے۔ گو بعضی فخر کی باتیں ہیں اَور اُن کو مٹانا چاہیے لیکن یہ حکمت کی باتیں دَستور العمل

بنانے کے قابل ہیں اَور جہاں اِن پر عمل ہے وہاں کی لڑکیاں عموماً حیاء دار اَور عفیف (پاکدامن) اَور خاوند کی تابعدار ہوتی ہیں۔ (حقوق البیت)

فرمایا یہاں پر میں نے سب رسموں کے چھڑانے کی کوشش کی گو وہ فی نفسہٖ مباح تھیں کیونکہ اِس میں عارضی مفاسد تھے مگر دو رَسموں کے چھڑانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ اُن میں مصالح تھے، ایک تو لڑکی کو ہفتہ دو ہفتہ کے لیے مائیوں بٹھانے کا رسم ہے میں نے اِس کو نہیں چھڑایا اِس میں حیاء کا تحفظ ہے اَور ایک منہ پر ہاتھ رکھنے کی رسم ہے اِس میں بھی حیاء کا تحفظ ہے۔ (الافاضات الیومیہ)۔ (جاری ہے)

بقیہ : اَنفاسِ قدسیہ

(۱۲) آپ خطبہ بالکل سنت کے مطابق دیتے تھے خطبہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا اَنداز منقول ہے۔ كَاَنَّهٗ يُنْذِرُ الْجَيْشَ گویا کہ کسی لشکر کو ڈرا رہے ہیں۔

بالکل یہی اَنداز حضرت شیخ الاسلامؒ کا تھا۔ ایک ایک چیز کو مکرر اِرشاد فرمایا کرتے تھے اَور اِتنا آسان کلام کرتے تھے کہ جاہل سے جاہل بھی سمجھ جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا بھی یہی اَنداز ہوتا تھا۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِيْدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثًا. (ترمذی)

''حضور ﷺ ایک کلمہ کو مکرر سہ کرر اِرشاد فرماتے تھے۔''

كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامٌ فَصْلٌ يَفْهَمُهٗ كُلُّ مَنْ سَمِعَهٗ. (اَبو داوٗد)

''حضور علیہ السلام کا کلام مفصل ہوتا تھا کہ ہر سننے والا سمجھ جاتا تھا۔''

غرض کہ حضرت شیخ الاسلامؒ تمام عادات، حرکات، سکنات اَور تمام ضروریاتِ اِنسانی میں اَخلاقِ نبوت کو اِختیار کیے ہوئے تھے اَور یہی سب سے بڑا کمال اَور سب سے بڑی کرامت ہے، اِسی کا نام ''کرامتِ حقیقی'' یا ''کرامتِ معنوی'' ہے۔ (جاری ہے)

قسط : ۹

سیرت خلفائے راشدینؓ

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ ﴾

۞ ۞ ۞

خلیفہ رسول اللہ حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلافتِ صدیقیؓ کے بابرکت کارنامے :

اگر چہ آپ کا زمانۂ خلافت بہت مختصر تھا اَور ایسے نازک وقت میں آپؓ خلیفہ ہوئے تھے کہ کوئی فرشتہ بھی اگر ہوتا تو کچھ نہ کرسکتا تھا مگر پھر بھی آپؓ نے جو کام کیے اَمن و اِطمینان کے زمانہ میں بھی اِس سے بڑھ کر نہ ہوسکتے تھے۔ چنانچہ چند اُمور درجِ ذیل ہیں۔

(۱) سب سے پہلا اَور اہم کام رسولِ خدا ﷺ کی نماز جنازہ اَور تدفین کا تھا جس کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی حسن وخوبی سے اَنجام دیا۔

(۲) صحابہ کرامؓ پر اُس وقت قیامتِ کبری یعنی رسولِ خدا ﷺ کی وفات کا جو اَثر تھا اُس نے اُن کے حواس کو مختل کر دیا تھا، کوئی آپ ﷺ کی وفات کا منکر تھا، کسی کے منہ پر مہر خاموشی لگ گئی تھی، کوئی بے تاب تھا جیسا روایات میں مذکور ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے یہ کیا کہ حجرۂ مقدسہ میں تشریف لے گئے اَور آنحضرت ﷺ کے رُخِ اَنور سے چادر ہٹا کر جبین مبارک کو بوسہ دیا اَور سوزِ جگر نے یہ کلمات زبانِ مبارک سے جاری کیے :

وَانَبِیَّاہُ وَاخَلِیْلَاہُ وَاصَفِیَّاہُ

بس یہ کہہ کر باہر آگئے اَور ایک خطبہ پڑھا جس کا ایک ایک لفظ مسلمانوں کے لیے آبِ حیات تھا اِس خطبہ میں آیاتِ قرآنیہ کے حوالے سے یہ بھی آپؓ نے بتایا کہ قرآنِ مجید میں آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر موجود ہے اَور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ محمد ﷺ کی عبادت کرتے تھے اُن کو معلوم ہو کہ اُن کے خدا کا اِنتقال ہوگیا لیکن جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ مطمئن رہیں کہ اُن کا خدا زندہ ہے اَور کبھی نہ مرے گا، اِس خطبہ نے سب کو باہوش کر دیا سوتے سے جگا دیا۔

(۳) رسولِ خدا ﷺ کے ذمہ کسی کا کچھ قرض باقی رہ گیا تھا یا کسی سے آپ ﷺ نے کچھ وعدہ کیا تھا اِس کے پورا کرنے اَور اَدا کرنے کا برا اہتمام کیا جب بحرین سے مالِ غنیمت آیا اَور یہ پہلا مال تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آیا تھا تو آپؓ نے اعلان کرایا کہ جس کا قرض آنحضرت ﷺ کے ذمہ ہو یا آپ ﷺ نے کسی سے کچھ وعدہ کیا ہو وہ ہمارے پاس آئیں چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ آئے اَور ایک وعدہ اُنہوں نے بیان کیا جس کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا کیا اَور ڈیڑھ درہم دیے۔

(۴) بڑا اِہتمام اِس بات کا کیا کہ رسولِ خدا ﷺ کا جو برتاؤ جس کے ساتھ تھا اُس کو قائم رکھا جائے چنانچہ حضرت اُمِ اَیمنؓ کے پاس رسولِ خدا ﷺ کبھی کبھی تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت صدیقؓ نے بھی یہی دستور رکھا اَور خصوصیت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے متعلقین اَور اہلِ قرابت کی دِل جوئی اَور اُن کے اِکرام و اِحترام کا اہتمام بلیغ فرمایا۔ حضراتِ حسنینؓ یا حضرت فاطمہؓ یا دُوسری اُمہات المومنینؓ کے متعلق تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں خود اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کا اَدب و اِحترام کرتے تھے اَور اُن کو ''میری ماں'' اُم المؤمنین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

(۵) جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی میراث طلب کی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو وہ حدیث سنائی کہ اَنبیاء کے مال میں میراث جاری نہیں ہوسکتی لہٰذا میراث تو نہیں اَلبتہ میرے پاس جس قدر مال ہے وہ میں آپ کے لیے حاضر کیے دیتا ہوں، وہ آپ ہی کا ہے، لے لیجیے۔

واقعی منصبِ نبوت کی تقدیس [۱] اِس مسئلہ میراث سے خوب ظاہر ہوئی اَور یہ بہت بڑی خدمتِ دینِ پاک تھی جو خدا نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے لی۔

ف : میراث نہ ملنے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے رَنجیدہ ہوجانا بالکل بے اَصل ہے جیسا کہ میرے متعدد رسائل میں اِس کی مکمل تحقیق شائع ہوچکی ہے۔

---

[۱] اگر اَنبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث جاری ہوتی اَور رسولِ خدا ﷺ کے وارثوں کو میراث ملتی تو مخالفینِ اِسلام یہی کہتے کہ یہ دعویٰ نبوت اِسی لیے تھا کہ اِس کے ذریعے سے اپنی اَولاد کے لیے مال جمع کر جائیں۔

(۶) جب کوئی معاملہ آپ کے سامنے پیش آتا تو اُس کے فیصلہ کے لیے سب سے پہلے آپؓ قرآن شریف کو دیکھتے اگر قرآن سے فیصلہ نہ ہوسکتا تو پھر کوئی حدیث آپؓ کو یاد ہوتی تو اُس سے فیصلہ صادر کرتے ورنہ دُوسرے صحابہ کرامؓ سے دریافت کرتے کہ کسی کو اِس مضمون کی حدیث یاد ہو تو بیان کرے، اگر کوئی حدیث مل جاتی تو بہت خوش ہوتے اَور اگر کوئی حدیث بھی نہ ملتی تو پھر علماء صحابہؓ کو جمع کر کے اُن کے اِتفاقِ رائے سے فیصلہ کرتے۔

چنانچہ دادی کی میراث کا ایک مقدمہ پیش ہوا تو قرآن شریف میں کہیں اِس کا ذکر نہیں ملا اَور کوئی حدیث بھی آپ کو یاد نہ تھی۔ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کوئی اِس حدیث کو جانتا ہے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بھی یاد ہے۔ اِس پر آپؓ بہت خوش ہوئے اَور یہی فیصلہ کر دیا۔

علیٰ ہذا ایک مرتبہ دادا کی میراث کا مسئلہ پیش آیا اَور کوئی حدیث بھی کسی کے پاس نہ نکلی اَور کسی ایک بات پر سب کا اِتفاق بھی نہ ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دادا کو باپ کے حکم میں داخل فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے جب دادا کی میراث کا مسئلہ دَر پیش ہوتا تو فرماتے جس کے حق میں رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو اِس کو بناتا، اُس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ دادا باپ کے حکم میں ہے۔

غرض کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہر معاملہ میں رسولِ خدا ﷺ کی کامل اِقتدا کرتے تھے اَور آپؓ نے مجتہدینِ اُمت کو مسائل میں شرعی فیصلہ کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا جس پر سب کا عمل ہے۔

(۷) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ مبارک میں فروعاتِ فقہیہ میں بھی مسلمان مختلف نہیں ہونے پائے جہاں کوئی اِختلاف آپؓ نے سنا فوراً فیصلہ کر دیا اَور آپؓ کے فیصلہ پر سب کے سر تسلیم خم ہو گئے، باقی رہا عقائد کا اِختلاف وہ صحابہ کرام میں آخر تک پیدا نہیں ہوا اَور یہ خدا کی بڑی رحمت تھی۔

(جاری ہے)

قسط : ٦

اِسلامی صکوک (SUKUK) : تعارف اَور تحفظات

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم ﴾

موجودہ دَور کے اِقتصادی نظام کو اِسلامی دائرے میں لانے کے لیے اِسلامی بینکنگ اَور اِسلامی اِنشورنس (تکافل) کے علاوہ اِسلامی صکوک کے نام سے مالی سندات رائج کیے گئے ہیں۔ اِسلامی بینکنگ اَور اِسلامی اِنشورنس سے تو بہت سے لوگ واقف ہوں گے لیکن ہمارے مُلک میں اَبھی اِسلامی صکوک کا وہ غلغلہ نہیں ہے جو عرب علاقوں میں ہے۔ اُردو زبان میں ہمیں اِس موضوع پر کوئی مواد نہیں مِلا جبکہ عربی اَور اَنگریزی میں اِسلامی صکوک پر بہت کچھ مواد موجود ہے۔ ہم مولوی اُسامہ حفظہ اللہ کے ممنون ہیں جنہوں نے اِس موضوع پر بڑی وافر مقدار میں عربی اَور اَنگریزی مواد ہم پہنچایا۔ اِسی طرح اَور ساتھیوں سے بھی اِس موضوع پر کچھ کتابیں ملیں۔ اِس مضمون کی تیاری میں اِن حضرات کا اِس طرح سے بڑا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اِن حضرات کو اَجرِ عظیم عطا فرمائیں اَور اِس بندے کی کوشش کو بھی شرفِ قبولیت سے نوازیں۔ اَنوارِ مدینہ میں شائع کرنے کے لیے صرف اُردو ترجمہ دیا جارہا ہے اِس مضمون کو علیحدہ سے شائع کرنے کا بھی اِرادہ ہے اُس میں اَصل عبارتیں بھی ساتھ ہوں گی، اِنشاءاللہ۔

اِسلامی بینکنگ اَور اِسلامی اِنشورنس کی طرح اِسلامی صکوک کے بارے میں ہمارے کچھ تحفظات ہیں جن کو ہم آخر میں بیان کریں گے۔

اِسلامی صکوک پر تحفظات

اِسلامی صکوک پر پہلا تحفظ : مدیر صکوک کی مرعوبیت

حضرت مولانا تقی صاحب عثمانی مدظلہٗ اپنے مقالے ''الصکوك وتطبیقاتها المعاصرة میں لکھتے ہیں :

''بازار میں بہت سے صکوک پھیلے ہوئے ہیں جن کو اِسلامی کہا جاتا ہے۔ اِن صکوک کو جاری کرنے والے اپنی مقدور بھر کوشش کرتے ہیں کہ وہ مروجہ سودی سندات کا مقابلہ کریں۔ اِس کے لیے اُن کی کوشش ہوتی ہے کہ صکوک سودی سندات کی بہت سی خصوصیات کے حامل ہوں تاکہ وہ اِسلامی بازار میں اَور مروجہ سودی بازار میں بیک وقت سہولت سے رائج ہوں۔''

سودی سندات کے ظاہر تر خصائص کا خلاصہ یہ ہے :

(۱) سندات اپنے حاملین کی کسی تجارتی یا صنعتی منصوبے میں ملکیت کو ظاہر نہیں کرتیں۔ یہ صرف سودی قرضے کی توثیق کرتی ہیں جو حاملینِ سندات نے اُن کے جاری کرنے والے (منصوبے کے مالک) کو دیا۔

(۲) حاملینِ سندات کو ایک خاص مدت (TERM) کے پورا ہونے پر مالی فائدہ دیا جاتا ہے جو رأس المال کی نسبت سے طے ہوتا ہے حقیقی نفع کی نسبت سے نہیں۔ پھر یہ نسبت بھی متعین ہوتی ہے اَلبتہ سرمایہ کاری طویل مدت کے لیے ہو تو طوالت کے کم وبیش ہونے کے لحاظ سے نفع کی نسبت کم وبیش ہوتی ہے۔

(۳) سودی سندات اِس بات کی ضمانت ہوتی ہیں کہ اُن کی مدت پوری ہونے پر اَصل رأس المال واپس مل جائے گا خواہ سرمایہ کاری کے منصوبے میں نفع ہوا ہو یا نقصان ہوا ہو۔

اِن سندات کے جاری کرنے والے پر صرف رأس المال اَور اُس پر طے شدہ فائدہ یعنی سود

اَدا کرنا واجب ہوتا ہے اَور منصوبے سے اُس نے جو کہیں زیادہ نفع حاصل کیا وہ سب کا سب منصوبے کے مالک کا ہوتا ہے اَور حاملینِ سندات کو یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے طے شدہ سود سے زیادہ نفع کا مطالبہ کرسکیں۔

یہ ممکن نہیں کہ سودی سندات کے یہ خصائص اِسلامی صکوک میں بلا واسطہ موجود ہوں لیکن اَب اِسلامی صکوک جاری کرنے والوں کی بھی کوشش ہوتی ہے کہ سودی سندات کے بڑے بڑے خصائص سے اُن کے صکوک بھی مزین ہوں اگرچہ بالواسطہ ہی سہی اِس لیے اُنہوں نے مختلف خصائص کے حامل صکوک اَور مالی آلات (Instruments) اِیجاد کیے ہیں۔

اَصل منصوبے میں حاملینِ صکوک کی ملکیت :

اَکثر صکوک اِس نکتے میں سودی سندات سے واضح طور پر مختلف ہیں کیونکہ عام طور سے وہ اَصل شے کے غیر متعین (مشاع) حصے کی ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں جن سے نفع یا کرایہ حاصل ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ یہاں اَصل شے سے مراد اُجرت پر دی ہوئی اَشیاء وجائیداد ہیں یا تجارتی وصنعتی منصوبے ہیں یا متعدد منصوبوں کا مجموعہ ہے۔ یہ وہ واحد نکتہ ہے جو صکوک کو سودی سندات سے ممتاز کرتا ہے۔ لیکن اَب ایسے صکوک منظرِ عام پر آئے ہیں جن میں ملکیت کی نمائندگی مشکوک نظر آتی ہے اُن کی مثال یہ ہے :

کبھی وہ اَثاثے جن کی نمائندگی صکوک کرتے ہیں کمپنیوں کے حصص ہوتے ہیں اَور اُن میں حقیقی ملکیت سرے سے نہیں ہوتی۔ حاملینِ صکوک کو بس یہ تصور دیا جاتا ہے کہ وہ اُن کے نفع کے حقدار ہیں۔ یہ تو حصص کے نفع کی خریداری ہوئی جو شرعًا جائز نہیں ہے (کیونکہ حصص صکوک جاری کرنے والے کی ملکیت رہتے ہیں اَور وہ اُن کی بنیاد پر صکوک جاری کرتا ہے تو حاملینِ صکوک اُن حصص کے مالک نہیں بنتے۔ البتہ حصص پر ملنے والا نفع حاملینِ صکوک پر تقسیم کردیا جاتا ہے)۔

اِسی طرح بعض صکوک اِجارہ، اِستصناع اَور (اُدھار) مرابحہ سے مرکب (Hybrid

Sukuk) ہوتے ہیں اَور اُن کا اِجرا کسی بینک کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ وہ بینک اِس مرکب کے صکوک بنا کر اُن کو فروخت کرتا ہے اِس مرکب میں اُدھار مرابحہ کو شامل کرنے سے دَین (قرض) کی بیع کا شبہ پیدا ہوتا ہے اگرچہ اِجارہ، مشارکہ اَور اِستصناع کی بہ نسبت مرابحہ کا حصہ کم ہی ہو لیکن اِتنی بات بھی مضمون میں نظرِ ثانی کا تقاضا کرتی ہے۔

اِسلامی صکوک پر دُوسرا تحفظ : صکوک کا بڑا حصہ حیلہ ہیں

(۱) ''صکوک کی ضرورت اَور فائدے'' کے عنوان کے تحت ہم نے مولانا تقی عثمانی مدظلہٗ کے ذکر کردہ تین نکتے نقل کیے تھے جن کا حاصل یہ تھا کہ بڑے بڑے کاروباری یا سرکاری منصوبوں کے لیے سرمایہ فراہم ہو اَور سرمایہ کار شریعت کی رُو سے حلال نفع کی ترغیب میں مطلوب سرمایہ فراہم کریں خواہ کسی کاروباری اِدارے کو براہِ راست دیں یا کسی مالیاتی اِدارے مثلاً بینک کی معرفت دیں۔

(۲) اگرچہ پیچھے صکوک کی کل چودہ قسموں کا ذکر ہوا ہے لیکن عملاً صکوک کی چند ایک ہی قسمیں رائج ہیں مثلاً صکوکِ اِجارہ، صکوکِ مضاربہ اَور صکوکِ مرابحہ اَور صکوکِ مشارکہ۔ باقی قسمیں یا تو خال خال ہیں یا بالکل متروک ہیں۔ پھر اِن میں سے بھی بڑی اَکثریت اُن صکوک کی ہے جو کسی موجود جائیداد کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اِن صکوک کے خریدار اِس جائیداد کے مالک بن جاتے ہیں اَور پھر وہ صکوک جاری کرنے والا اِس جائیداد کو کرایہ پر لیتا ہے اَور اَخراجات منہا کر کے کرایہ صکوک کے خریدار و حاملین میں تقسیم کر دیتا ہے۔ حیلہ بھی صرف اِسی قسم میں جاری ہوتا ہے۔

اَب ہم کہتے ہیں کہ نفع کی ترغیب کے بغیر اِتنی بڑی تمویل اَور اِتنے بڑے قرض کا ملنا دُشوار بلکہ ناممکن ہے۔ سود سے اِجتناب کی صورت میں بیع بالوفاء یا بیع عینہ کے حیلوں کا تصور کیا جا سکتا ہے جن کو مجبوری میں اِختیار کیا گیا ہے غرض اُن کی رُخصت حاجت و مجبوری میں تھی۔

بیع بالوفاء کی صورت یہ ہے کہ زید بکر کے ہاتھ اپنی زمین پانچ لاکھ روپے کے عوض فروخت کرے اَور بکر سے کہے کہ جب میں یہ رقم واپس لاؤں گا تو یہ زمین تم میرے ہاتھ فروخت کرو گے۔ اِس

معاملہ کا بکر کو یہ فائدہ ہوگا کہ وہ زمین کو اپنی خریدی ہوئی اَور اپنی ملکیت سمجھ کر اِس سے فائدہ اُٹھائے گا ورنہ حقیقت کے اِعتبار سے زید نے بکر سے قرض لیا ہے اَور اپنی زمین بکر کے پاس گروی رکھی ہے اَور گروی سے نفع اُٹھانا سود بنتا ہے۔

بیع بالوفاء کو متقدمین نے ناجائز کہا۔ اَلبتہ متاخرین نے یہ دیکھ کر کہ اہلِ مصر پر قرض زیادہ چڑھ گئے ہیں اَور فوری واپسی کی صورت ممکن نہیں اُنہوں نے بیع بالوفاء کو جائز بتایا کہ مجبور کو اِس حیلے سے قرض ملے اَور قرض کی واپسی تک اِس کو مہلت بھی ملے۔

صکوک میں اَفراد کی ضرورت و حاجت کا مسئلہ نہیں ہے اَلبتہ مسلمانوں کی قوم و اِجتماعیت کا مسئلہ ہے یعنی یہ کہ قومی اَور اِجتماعی سطح پر سرمایہ کاری شرعی ضابطوں کے مطابق ہو۔ اِس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اِقتصادیات کو اِسلامی بنانے میں حیلوں سے کام لیا جاسکتا ہے ؟

اگر جواب میں ہم کہیں کہ ہاں حیلوں سے کام لیا جاسکتا ہے تو اِس میں خرابی یہ ہے کہ اِقتصادیات کے اِسلامی اُصول واَحکام کسی کے سامنے عملاً کھل کر نہ آئیں گے اَور سمجھ بوجھ والے یہی سوچیں گے کہ اِس دَور کی اِقتصادی دَوڑ میں اِسلام بہت پیچھے رہ گیا ہے اَور اَب حیلوں کے ذریعے سودی نظام کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اَور نفس پرست لوگ کہیں گے کہ اگر اِسلامی صکوک کے نام کے حیلے سے مسلمان سرمایہ کاروں سے سرمایہ نکلوایا جاسکتا ہے تو ایسے ہی سہی۔ اَور اگر ہم کہیں کہ حیلوں سے کام نہیں لیا جاسکتا تو پھر بظاہر اِسلامی اِقتصادیات کی گاڑی حرکت ہی نہ کرے گی۔

غرض ایسے طریقوں سے اِسلام کے اِقتصادی نظام کا کوئی اچھا تصور سامنے نہیں آتا اَلبتہ بڑے بڑے کاروباری یا صنعتی منصوبوں کے لیے اِنتہائی مال داروں کو یا حکومت کو اپنے عظیم منصوبوں کے لیے سرمایہ فراہم ہوجاتا ہے۔

صکوک کے حیلہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صکوک جاری کرنے والا اپنی کسی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کی مالیت کے صکوک بنا کر پبلک کو فروخت کرتا ہے تاکہ اِس کو سرمایہ حاصل ہو جو سود یا نفع کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ صکوک جاری کرنے والے کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ وہ اپنی جائیداد کا مالک حقیقۃً

حاملینِ صکوک کو بنا دے کیونکہ صکوک کی مدت ختم ہونے کے بعد وہ اپنی جائیداد لامحالہ واپس لے لے گا اَور حاملینِ صکوک کو واجب الادا رقم واپس دیدے گا۔

دیکھیے بحرین کے مالیاتی اِدارے نے ہوائی اَڈے کی کچھ زمین جس کی تحدید بھی نہیں کی گئی اُس کی مالیت کے صکوک بنا کر عوام میں فروخت کیے اَور اِس طرح چالیس ملین دِینار اکٹھے کیے۔ کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ حکومتِ بحرین صکوک خریدنے والوں کو واقعی زمین کی ملکیت دینا چاہتی تھی جس کی کچھ حد بندی نہیں کی گئی۔ اَور اگر واقعی کچھ زمین تھی تو کیا واقعی چالیس ملین دِینار کی مالیت کی زمین تھی، کم کی نہ تھی۔ علاوہ اَزیں اِن صکوک کی مدت دس سال تھی۔ کیا اِس کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ حاملینِ صکوک اِس مدت کے بعد زمین کی ملکیت اپنے پاس رکھ سکیں واپس فروخت نہ کریں ؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ لہٰذا صکوک کی صورت میں یہ بیع صرف اِس لیے ہے کہ حاملینِ صکوک بیع بالوفاء کی طرح اپنی دی ہوئی رقم پر کچھ فائدہ اُٹھا سکیں۔

بیع بالوفاء کے برخلاف صکوک میں اِس بات پر زور دیا گیا ہے کہ واپسی کے وقت صکوک کا جو مارکیٹ ریٹ ہوگا یعنی جائیداد کا جو مارکیٹ ریٹ ہوگا اُس پر واپسی ہوگی لیکن اِس کا فائدہ تو تب ہے جب زمین و جائیداد کے صکوک کی مالیت اَور قیمت مارکیٹ ریٹ کے مطابق طے کی جائے لیکن اگر ایک ہزار کی زمین کی مالیت کو ایک لاکھ فرض کر لیا جائے تو مارکیٹ ریٹ کا تذکرہ بے فائدہ ہوگا۔ یہ صورت اُس وقت سامنے آئے گی جب جائیداد کی بنیاد پر صکوک جاری کرنے والا خود اِس جائیداد کو کرائے پر لینے کا کہے۔ کیونکہ اُس وقت دیکھا جائے گا کہ کتنی زمین کتنے کرائے پر لے دے رہے ہیں۔

اُوپر جو ہم نے کہا کہ کسی فرد کے اِعتبار سے حیلے جائز ہو سکتے ہیں قوم وملت واِجتماع کے اِعتبار سے نہیں۔ اِس پر کوئی تین طرح سے اِعتراض کر سکتا ہے۔ ذیل میں ہم اِعتراض اَور اُس کا جواب ذکر کرتے ہیں :

(۱) رسول اللہ ﷺ نے سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کو خیبر کا عامل مقرر فرمایا۔ وہ آپ کی خدمت میں کھجور کی ایک خاص قسم جنیب لے کر آئے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا خیبر کی ساری کھجوریں

ایسی ہوتی ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ نہیں یا رسول اللہ! ہم عام کھجوروں کے دو صاع دے کر اِس کھجور کا ایک صاع یا عام کھجوروں کے تین صاع دے کر اِس کے دو صاع خریدتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو (کیونکہ یہ سود ہے) اِس کے بجائے عام کھجوروں کو دراہم سے بیچ دو پھر دراہم سے جنیب کھجور خرید لو۔

اِس حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے حرام سے بچنے کا حیلہ بتایا اَور اِس میں نہ تو یہ قید ہے کہ حیلہ کرنے والے خاص خاص اَفراد ہوں پوری قوم نہ ہو اَور نہ یہ قید ہے کہ اِجتماعی طور پر پوری قوم اِس حیلہ کو اِختیار نہیں کر سکتی۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ جنیب کھجور میں حیلہ صکوک کے حیلے سے بہت مختلف ہے۔ جب ایک شخص روپوں میں دو کلو گھٹیا کھجور فروخت کرتا ہے تو اُس کا یہ سودا مکمل اَور مطلق ہے۔ بائع اَور خریدار دونوں میں سے کوئی بھی کسی شرط کا پابند نہیں ہوتا۔ بائع چاہے تو جنیب کھجور سرے سے نہ خریدے اَور اگر خریدے تو چاہے پہلے خریدار سے خریدے اَور چاہے تو کسی تیسرے آدمی سے خریدے۔ اِس کے برعکس صکوک اِجارہ میں حاملینِ صکوک کے قبضے میں عین شے نہیں آتی اَور مدتِ صکوک ختم ہونے پر عین شے جاری کرنے والے کے ہاتھ واپس فروخت کرنا لازم ہوتا ہے۔

(۲) مدرسوں میں حیلہ تملیک عام ہے :

اِس کا جواب یہ ہے کہ اَوّل تو اِس حیلہ کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی ہے :

> ”مہتمم مدرسہ کا قیم و نائب جملہ طلبہ جیسا اَمیر نائب جملہ عالم کا ہوتا ہے۔ پس جو شے کسی نے مہتمم کو دی مہتمم کا قبضہ خود طلبہ کا قبضہ ہے (جیسے اَمیر کا یا بیت المال کے نگران کا قبضہ خود موجود اَور آیندہ آنے والے فقراء کا قبضہ ہے خواہ وہ کتنے ہی ہوں اَور کون کون ہوں۔ فقرا کا یہ قبضہ معنوی ہے کیونکہ اَمیر اِن کا نائب ہے۔ حسی قبضہ اُس

وقت ہوگا جب اَمیر اُن کو بقدرِ ضرورت بیت المال میں سے دے گا۔ بیت المال میں ہوتے ہوئے فقراء اُس میں کچھ تصرف نہیں کر سکتے)۔ اِس (مہتمم) کے قبضہ سے مِلک معطی (یعنی زکوۃ دینے والے کی ملکیت) سے نکلا اَور مِلک طلبہ کا ہوگیا (یعنی مہتمم کے قبضہ کرنے سے دینے والوں کی زکوۃ اَدا ہوگئی اَور (موجودہ اَور آئندہ سالوں میں آنے والے) طلبہ کا معنوی قبضہ ثابت ہوگیا۔ اگر چہ وہ مجہول الکمیت والذوات ہوں (یعنی نہ صرف موجود طلبہ بلکہ آئندہ سالوں میں آنے والے طلبہ بھی اِس میں حقدار ہوں گے اگر چہ ابھی نہ اُن کی تعداد معلوم ہے نہ ہی یہ معلوم ہے کہ وہ کون ہیں مگر (اُن کا) نائب معلوم ہے۔ حسی قبضہ اُس وقت ہوگا جب مہتمم مدرسے کے فنڈ میں سے نکال کر مستحق طلبہ کو بقدرِ ضرورت دے گا۔ حسی قبضہ سے پہلے طلبہ اِس میں کچھ تصرف نہیں کر سکتے۔''

اَور اگر حیلہ تملیک کی ضرورت مان بھی لیں تو اِس حیلہ سے زکوۃ دینے والوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا سوائے اِس کے کہ اُن کی زکوۃ اَدا ہو جاتی ہے۔

(۳) کفایت المفتی میں ہے کہ مسلمانوں کو بلا سود قرضہ دینے کے لیے ایک کمیٹی ہے جو ایک کاغذ تیار کرتی ہے جس کی قیمت قرض کے اِعتبار سے مختلف ہوگی مثلاً دس ہزار کے لیے سو روپے اَور بیس ہزار کے لیے دو سو روپے وغیرہ جس طرح سرکاری اسٹامپ کاغذ.....جو شخص اِس کمیٹی سے یہ کاغذ خریدے گا اُس کو یہ کمیٹی اُس کی طلب پر قرض دے گی۔ یہ کمیٹی اپنا ایک رجسٹرار مقرر کرتی ہے جس کے ہاں اِس وثیقہ کی رجسٹری ہوگی اَور رجسٹری کرانے کی ایک قلیل رقم مقروض کو رجسٹرار کے ہاں داخل کرنی ہوگی تا کہ رجسٹرار کے دفتر کا خرچ اِس سے چل سکے۔ اِس صورت میں کاغذ کی فروخت ایک حیلہ ہے پیسے کمانے کا لیکن بہت سے حضرات نے اِس کی تائید وتصویب کی ہے۔

اِس کا جواب وہ ہے جو مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے دیا :

''اِس کمیٹی کا سرمایہ غالبًا چندہ سے حاصل کیا جائے گا پس اس کے کاغذوں کی قیمت

کا منافع اَور رجسٹرار کی فیس کا بچا ہوا اَور روپیہ اگر محض دفتری کاروبار چلانے کے لیے رکھا جائے اَور مالکان سرمایہ کو حصہ رسدی تقسیم نہ کیا جائے نہ اَز رُوئے قواعد اُن کو طلب کرنے کا حق دیا جائے اَور فاضل منافع کو کسی وقت بھی مالکان سرمایہ کا حق قرار نہ دیا جائے بلکہ بصورت کمیٹی کا کاروبار ختم کرنے کے بقیہ منافع کو غرباء پر تقسیم کر دینے کا قاعدہ مقرر کر دیا جائے اَور کوئی صورت اِس میں شخصی اِنتفاع بالقرض کی نہ ہوتی ہو تو اِس میں مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔''

آخر میں ہم کہتے ہیں کہ مذکوہ بالا تنقید صرف ہم نے نہیں کی بلکہ اُصولی طور پر خود مولانا تقی عثمانی مدظلہٗ نے بھی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

''یہ درست ہے کہ جہاں دُوسرے طریقے ممکن ہوں وہاں محض حیلوں کو مستقل معمول بنانا کوئی اچھی حکمتِ عملی نہیں ہے اِسی لیے ہر طرح کے وسائل رکھنے والی حکومت سے خطاب کرتے ہوئے بندے نے اِس پر تنقید کی ہے کہ وہ اَربوں روپے کی سرمایہ کاری میں ایسی حکمتِ عملی اِختیار کرے جو صرف حیلوں پر مبنی ہو۔''

(غیر سودی بنکاری ص ۱۹۵)

(جاری ہے)

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

قسط : ۵، آخری

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی زندگی ایک نظر میں

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب سومرو، جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اِسلام سندھ ﴾

حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب سومرو نے یہ مقالہ ڈسٹرکٹ کونسل ہال سکھر میں بتاریخ ۲۶ر صفر المظفر ۱۴۳۳ھ/ ۲۱ر جنوری ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ جمعیت علماء اِسلام ضلع سکھر کی طرف سے منعقد ہونے والے شیخ الہندؒ سیمینار میں پیش کیا۔

ہندوستان کے علمائے حق نے جو مسلسل سوا سو برسوں سے اَنگریزوں کے مقابل برسر پیکار تھے اَور اَب تک آزادیٔ وطن کے لیے پانچ راؤنڈ اِنتہائی خوفناک جنگیں لڑ چکے تھے جن میں اپنی لاکھوں قیمتی جانوں کو ملک وملت کی نظر کر چکے تھے، اَب حضرت شیخ الہندؒ کے اِن رہنماء اُصولوں کی روشنی میں عدم تشدد، عدم تعاون، ترکِ موالات اَور مذہبی اِتحاد کو بنیاد بنا کر ۱۹۲۰ء میں آزادیٔ وطن کے لیے چھٹے فیصلہ کن راؤنڈ کا آغاز کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ ۱۹۲۰ء میں مالٹا کی قید سے رہا ہو کر ہندوستان تشریف لائے تو اِس قدر نحیف ونزار ہو چکے تھے کہ اَب اُن میں چلنے پھرنے کی بھی سکت باقی نہیں رہی تھی لیکن وہ اپنی جدو جہد سے دَستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں تھے، طلباء علماء مریدین ومجاہدین کی تعلیم وتربیت کے لیے جگر سوز جدوجہد کے علاوہ شب وروز کی جان گسل عبادت وریاضت نے اُنہیں اِس قدر نڈھال کر دیا تھا کہ وہ مالٹا سے واپسی کے بعد صرف پانچ ماہ کے اَندر ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ صرف پانچ ماہ کی قلیل مدت میں اِتنی شدید ترین علالت اَور جسمانی نقاہت کے باوجود جبکہ آپ کا چراغِ زندگی اَمراض وآزار کی تیز وتند آندھیوں سے اپنے بقاء کی آخری جنگ لڑ رہا تھا آپ نے کئی ایسے کارہائے نمایاں اَنجام دیے جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

(۱) آپ نے ہندوستان کی آزادی کے لیے پورے ملک میں ہونے والی منتشر کوششوں کو بڑی خوبصورتی سے منظّم و مربوط کر دیا۔

(۲) شکوک و شبہات اَور مذہبی و علاقائی تعصّبات کی آگ میں جھلستے ہوئے قومی اِتحاد کو ایک نئی زندگی بخشی۔

(۳) اُخوت و بھائی چارگی کے لیے ترستی ہوئی ہندوستانی فضاء کو محبت کا ماحول فراہم کیا اَور اِس مبارک اِتحاد کو حصولِ آزادی کے لیے سب سے کامیاب ہتھیار قرار دیا، اپنے وصال سے صرف ایک ہفتہ پیشتر ۱۹/۲۰/۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں منعقدہ جمعیۃ علماء ہند کے دُوسرے کل ہند عظیم الشان اِجلاسِ عام کی صدارت فرماتے ہوئے اپنے خطبہ صدارت میں اُنہوں نے قومی اِتحاد پر بے اِنتہا زور دیا اَور اِس مختصر سے عرصہ میں جو پیش رفت ہوئی تھی اُس پر اِظہارِ مسرت کرتے ہوئے ہندو و مسلم دونوں کو اِس پر مبارک بھی دی اَور ساتھ ہی بڑے مؤثر اَنداز میں اِس بات کا اِحساس بھی دِلایا کہ اِس پیش رفت کے باوجود اَبھی منزل بہت دُور ہے اَور ہمارا دُشمن کسی بھی وقت اِس کو برباد کر سکتا ہے اِس لیے اِس طرف سے ذرا بھی غفلت نہیں ہونی چاہیے۔

آپ اپنے خطبہ صدارت میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

''اِس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہم وطنوں کو اِس پاک مقصد یعنی حصولِ آزادی میں آپ کا موید بنا دیا ہے اَور میں اِن دونوں کے اِتحاد کو بہت مفید اَور ضروری سمجھتا ہوں، حالات کی نزاکت کے تحت جو کوشش اِس اِتحاد کے سلسلہ میں فریقین نے کی ہے اُس کی میرے دِل میں بہت قدر ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر صورتِ حال اِس سے مختلف ہوگی تو وہ ہندوستان کی آزادی کو ناممکن بنا دے گی اَور ظالم حکومت کا پنجہ روز بروز اپنی گرفت سخت کرتا رہے گا۔

اگر ہندوستان کی آبادی کے کل عناصر صلح ومحبت سے رہیں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ اَور کوئی فوج چاہے وہ کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو اپنے ظلم وجبر سے اِس کو شکست دے سکے، ہاں میں اِس سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اَور پھر کہہ رہا ہوں کہ اگر آپ صلح وآشتی کی فضاء کو خوشگوار رکھنا چاہتے ہیں تو پھر اِس کی حدود کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے جس کی صورت اِس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ اپنے وطن کے کسی فریق کے مذہبی اُمور میں کوئی فریق مداخلت نہ کرے اَور ہرگز کوئی ایسا طریقہ اِختیار نہ کرے جس سے کسی مذہب کے ماننے والے کی دِل آزاری ہو، مجھے اَفسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ اَب تک بہت سی جگہ اِس کے خلاف ہوتا رہا ہے اَور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ دُوسرے مذاہب کے ماننے والے اِیذا رسانی پر عمل کرتے رہے ہیں۔

میں اِس وقت خاص طور پر قوموں کے سربراہوں سے مخاطب ہوں کہ وہ ریزولیشن اَور تجاویز پاس کر کے یہ نہ سوچ لیں کہ اَور تمام مرحلے طے ہو گئے یہ طریقہ سطحی لوگوں کا ہے بلکہ اُنہیں عمل سے تمام ملک کی قوموں کے اَفراد کے درمیان اِتحاد کی کوشش کرنی چاہیے، ایک دُوسرے کو نقصان پہنچانے کی یہ کوششیں جو اَنگریزوں کی نظر میں دونوں کے اِعتبار کو ساقط کرتی ہیں حصولِ آزادی کے حق میں سمِ قاتل ہیں اِس طریقہ سے نہ صرف ملک کی تمام اَقوام کا عظیم نقصان ہے بلکہ حصولِ آزادی کی راہیں بالکل مسدود ہو کر رہ جائیں گی، میں ایک بار پھر عرض کرتا ہوں کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان صلح وآشتی نہایت ضروری ہے، مجھے اُمید ہے کہ آپ حضرات میرے اِس مشورے کو صرف سرسری نہیں لیں گے بلکہ سوچ سمجھ کر دل کے خلوص سے اِن باتوں کا عملی اِقرار کریں گے۔''

(۴) ملی اِتحاد کے لیے بھی آپ کی مساعی جلیلہ نا قابلِ فراموش ہیں، ملتِ اِسلامیہ ہند جو اِختلاف و اِنتشار کے بہت سارے خانوں میں بٹی ہوئی تھی اُس میں ایک زبردست تقسیم قدیم و جدید تعلیم یافتہ طبقات میں تھی اَور یہ دونوں طبقات ایک دُوسرے سے اِس قدر دُور تھے کہ اُن کے قریب ہونے کا تصور بھی محال تھا، قدیم تعلیم یافتہ طبقہ جدید تعلیم والوں کو مسلمان یا اِسلام کا وفادار ماننے کو تیار نہیں تھا تو جدید تعلیم یافتہ طبقہ علماءِ قدیم کو عقل و اِنسانیت سے عاری اَور زمانے کے نشیب و فراز سے بہرہ اَور وحشی تصور کرتا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے دونوں کو بہت قریب کیا، ایک طرف جدید علوم والوں میں خدا پرستی اَور دینداری کی رُوح پھونکی تو دُوسری طرف اَنگریزوں کی تعلیم کی اہمیت اَور ضرورت کا احساس دِلا کر علماءِ قدیم کی اِس سے وحشت کو کافی کم کیا، اِس لیے جہاں اِن کے مریدوں اَور معتقدوں میں علماء قدیم کا ایک جمِ غفیر دِکھائی دیتا ہے وہیں ڈاکٹر مختار اَحمد اَنصاری، حکیم محمد اَجمل خان، نواب وقار الملک، مولانا محمد علی جوہر اَور شوکت علی اَور سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان وغیرہ جیسے سینکڑوں جدید تعلیم یافتہ مسلمان بھی آپ کے گرد سمٹ کر آ گئے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی شہ پر کچھ شاگردوں اَور مریدوں نے مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں ایک قومی یونیورسٹی جامعہ ملیہ اِسلامیہ کے نام سے قائم کرنے کا پروگرام بنایا تو اِس کے اِفتتاح کے لیے اپنے مرشد و مربی حضرت شیخ الہندؒ کو دعوت دی، اُن دِنوں آپ کی طبیعت بہت خراب تھی چنانچہ آپ کے تمام اَحباب نے آپ کو علی گڑھ نہ جانے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر میرے جانے سے اَنگریز کو تکلیف پہنچتی ہے تو میں ضرور جاؤں گا، چنانچہ آپ کو پالکی میں لٹا کر دارُ العلوم دیوبند کے طلباء نے اُٹھایا اَور اِس حال میں آپ نے دیوبند سے علی گڑھ کا سفر کیا، نقاہت کی وجہ سے آپ اپنی تحریر کردہ تقریر پڑھ نہیں سکتے تھے اِس لیے آپ نے حضرت مولانا شبیر اَحمد صاحب عثمانیؒ کو حکم کیا، اُنہوں نے آپ کی وہ تقریر وہاں پر پڑھی، آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں اِرشاد فرمایا کہ :

''اے نونہالانِ وطن! میں دیکھ رہا ہوں کہ ہندوستان کی آزادی جس کے غم میں میری ہڈیاں پگھلتی جارہی ہیں وہ تمہارے اِتحاد کے بغیر ناممکن ہے، اِس جدوجہد کو مدرسوں اَور خانقاہوں کے علاوہ اسکولوں اَور کالجوں میں بھی شروع کیا جائے گا تب ہی منزل مکمل مل سکے گی، اِسی لیے میں نے اَور میرے چند مخلص اَحباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا ہے اِس طرح ہم نے ہندوستان کے دو اہم تاریخی مقامات دیوبند اَور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا ہے۔''

(۵) ۱۹؍جولائی ۱۹۲۰ء کو خلافت کمیٹی بمبئی کے اِستفسار پر اَنگریزوں سے عدمِ تعاون اَور ترکِ موالات کا فتویٰ دیا جس سے اَنگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کا ذہن اِس قدر بدلا کہ اَنگریزوں کی نوکری اَور اُن کے عطاء کردہ وظائف و اِعزازات اَور اَلقاب وخطابات کو لوگ عزت کے بجائے حقارت سے دیکھنے لگے۔

۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں جمعیۃ علماءِ ہند کا ایک عظیم الشان اِجلاس بلا کر اَنگریزوں سے مکمل عدمِ تعاون اَور ترکِ موالات کی تجویز منظور کرائی اَور اِسی اِجلاس میں ترکِ موالات کو ایک تحریک کی شکل دیگر اِس کے رہنما اُصولوں کی خود ہی نشاندہی فرمائی اَور تقریباً چار سو مستند اَور معتبر علمائے اِسلام کے دستخط سے ایک فتوی جاری کرایا جس میں اَنگریزوں سے کسی بھی طرح کے تعاون کو مطلق حرام قرار دے دیا گیا۔

اِس فتویٰ پر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کی بھی ایک بڑی تعداد نے عمل کیا، ہزاروں ہندوستانی فوجیوں اَور دیگر سرکاری ملازموں نے اپنی اپنی نوکریوں سے اِستعفیٰ دے دیا جس سے جہاد آزادیٔ وطن کی تحریک کو زبردست غذا ملی، آزادیٔ وطن کی جدوجہد جو اَب بھی تک خفیہ اَور بہت محدود دَائرہ میں تھی، جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اَور اَنگریزوں سے نفرت ایک جنون کی شکل

اِختیار کر گئی، دَر اصل حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک ترکِ موالات اَور عدمِ تعاون اِتنی کارگر ثابت ہوئی کہ صرف ۲۶ سال کے قلیل عرصہ میں برطانوی اِقتدار کے غرور نخوت کے سورج کو ہندوستان کے بوریہ نشین فقیروں نے بحرِ ہند میں بڑی حقارت وذلت کے ساتھ غرق کر دیا۔

حضرت شیخ الہندؒ اَب اَپنا مشن پورا کر چکے تھے، اپنی چالیس پچاس سال کی اِنتہائی خفیہ اَور خاموش جہدِ مسلسل کے ذریعے جہادِ آزادیٔ وطن کے لیے اَفراد واَسباب کے سلسلے کی ساری تیاریاں مکمل کر چکے تھے۔ اَب ضرورت رہ گئی تھی صرف ایک ایسے تابوت کی جس میں رکھ کر برٹش ایمپائر کے جنازے کو غرقِ آب کیا جا سکے۔ سو اِس کا بھی اِنتظام حضرتؒ نے خود ہی کر دیا یعنی تحریک ترکِ موالات وعدمِ تعاون نے اَنگریز سرکار کے لیے تابوت کا کام کیا جس کو پورے ملک نے ہاتھ لگا کر سات سمندر پار پھینک دیا، وہ خوفناک عفریت جو اُن کی ذلت ونکبت اَور اَفلاس وغربت کا باعث بنا ہوا تھا، جو اُن کے گلے میں غلامی کی زنجیر، ہاتھوں میں ظلم وتعدی کی ہتھکڑیاں اَور پیروں میں بے کسی اَور بے چارگی کی بیڑیاں ڈالے ہوئے تھا۔

۳۰ر نومبر ۱۹۲۰ء مطابق ۱۸ر ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ کو دہلی کے علاقے دریا گنج میں اپنے ایک معتقد معالج اَور جہادِ آزادیٔ وطن کی ٹیم کے ایک بہت ہی سرکردہ رہنما مرحوم ڈاکٹر مختار اَحمد اَنصاری کی کوٹھی میں علم وعمل، اِیمان ویقین، عزم وحوصلہ، ہمت وشجاعت اَور اِیثار وقربانی کا یہ نیّرِ تاباں ہمیشہ کے لیے رُوپوش ہو گیا لیکن اُن کی ہزاروں کرنیں اِنسانیت کی تمام تر اَعلیٰ اَخلاقی اَور عملی قدروں کا نور اَکنافِ عالم میں بکھیر رہی ہیں۔

میرے محترم دوستو! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ پاکستان میں اِس وقت ہمارے اَکابر علماء کرام عدم تشدد کی جس پالیسی پر چل رہے ہیں یہ پالیسی حضرت شیخ الہندؒ ہی کی پالیسی ہے، اگر آج ہم فرقہ وارانہ فسادات کے خلاف سدِ سکندری بنے ہوئے ہیں تو یہ بھی حضرت شیخ الہندؒ کا سبق ہے، اگر تم

چاہتے ہو کہ پاکستان کو اَنگریزوں کی رُوحانی اَولاد سے نجات دِلائی جائے تو اِس کے لیے آپ کو وہی نسخہ اِستعمال کرنا پڑے گا جو خود حضرت شیخ الہندؒ نے اَنگریزوں کو بھگانے کے لیے اِستعمال کیا تھا۔

آخر میں یہ بات بھی ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ''دیوبندیت'' کسی نئے فرقے یا نئے مذہب کا نام نہیں، حقیقت میں دیوبندیت اللہ اَور اللہ کے رسول ﷺ کے پاکیزہ اَحکامات کو حقیقی معنوں میں عوام الناس تک پہنچانے کا نام ہے۔ ''علم'' کا پہلا بین الاقوامی مرکز خاتم النبیین، سیّد المرسلین، رحمۃ اللعالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں قائم فرمایا تھا۔ جب مکہ والوں نے قدر نہ کی تو یہ علمی مرکز آپ ﷺ کی ہجرت کے ساتھ مدینہ منورہ منتقل ہوگیا اَور پھر چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اِس علمی مرکز کو مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کیا، کافی عرصہ تک یہ مرکز کوفہ میں رہا لیکن آگے چل کر علم وحکمت کا یہ بین الاقوامی مرکز کوفہ سے دمشق اَور پھر دمشق سے بغداد اَور اُس کے بعد بغداد سے سمرقند اَور بخارا کی طرف منتقل ہوگیا اَور اُس کے بعد سمرقند اَور بخارا سے یہ مرکز دہلی منتقل ہوگیا اَور جب دہلی پر زوال آیا تو یہ مرکز دیوبند منتقل ہوگیا اَور اَلحمدللہ اَب تک دیوبند سے علم وحکمت کی شعائیں پورے عالم کو منور کر رہی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اَکابر واَسلاف کے نقشِ قدم پر چلیں اَور پورے اِطمینان کے ساتھ اُن پر اِعتماد کریں، نئے نئے نعروں اَور نئے نئے فتنوں سے اپنے آپ کو بچائیں، گاڑی کا ڈبہ چاہے کتنا ہی بیکار کیوں نہ ہو لیکن اَگر وہ اِنجن سے جڑا ہوا ہے تو وہ منزل تک ضرور پہنچے گا، جہاں اِنجن جائے گا وہاں وہ ڈبہ بھی ضرور جائے گا، اِسی لیے فرمایا گیا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی جس کی جس کے ساتھ محبت ہوگی قیامت میں وہ اُسی کے ساتھ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں اِخلاص اَور اِستقامت عطا فرمائے اَور اِس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے بڑوں کا اَدب اَور اِحترام نصیب فرمائے، آمین۔

۞ ۞ ۞

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۞ ۞ ۞

خانقاہِ حامدیہ اَور رمضان المبارک :

اِس سال حضرت اَقدس سیّدی و مرشدی مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم نے مندرجہ ذیل چھ حضرات کو خرقۂ خلافت و دَستار سے نوازا :

(۱) مولانا محمد حسن صاحب بن محمد قاسم صاحب، ضلع لاہور (اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید و فاضل جامعہ اَشرفیہ لاہور)

(۲) مولانا محمد حسین صاحب بن محمد رفیق رضا صاحب، بہاولپور (مدرس جامعہ مدنیہ جدید و فاضل جامعہ اَشرفیہ لاہور)

(۳) مولانا محمد دین صاحب بن نور محمد صاحب، ضلع نہرین اَفغانستان، (فاضل جامعہ جدید)

(۴) مولانا ذبیح اللہ صاحب بن محمد مختار صاحب، کوہاٹ (فاضل جامعہ مدنیہ جدید)

(۵) مولانا محمد سعد کلیم صاحب بن کلیم اَصغر صاحب قریشی، کیولری گراؤنڈ لاہور کینٹ (فاضل جامعہ مدنیہ جدید)

(۶) مولانا محمد اَرشد صاحب بن جمعہ خان صاحب، چلاس (فاضل جامعہ مدنیہ جدید)

اللہ تعالیٰ اِن سلاسلِ طیبہ کے فیوض و برکات کو اَقوامِ عالم میں تا قیامت جاری و ساری فرما کر قبولیت سے نوازے اَور ہمیں اِن مشائخ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۲۷ رمضان المبارک بعد نمازِ ظہر خانقاہِ حامدیہ میں حضور اَقدس ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت بھی کروائی گئی۔ اللہ تعالیٰ اِس کی برکات سے متمتع فرمائے، آمین۔

یکم شوال المکرّم/ ۲۰ راگست کو جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامد میں عید الفطر کی نماز شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے پڑھائی۔

۱۳ رشوال المکرّم/ یکم ستمبر سے جامعہ مدنیہ جدید میں نئے تعلیمی سال کے داخلے شروع ہوئے اَور کثیر تعداد میں طلباء کی آمد شروع ہوگئی، اِسی روز سے تعلیم کا آغاز ہوگیا، والحمدللہ۔

مجموعہ مقالاتِ حامدیہ

قرآنیات

عالمِ ربانی محدثِ کبیر

حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید و خانقاہِ حامدیہ

و اَمیر مرکزیہ جمعیت علمائے اِسلام

نظر ثانی وعنوانات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

باہتمام

خانقاہِ حامدیہ ۱۹ رکلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے ''مجموعہ مقالاتِ حامدیہ'' کا پہلا حصہ جو ''قرآنیات'' سے متعلق ہے شائع ہوکر مارکیٹ میں آچکا ہے، رعایتی قیمت : ۸۰ روپے

(رابطہ نمبر : 0333-4249-302)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور